ماہنامہ

نوائے صوفیہ

انٹرنیشنل

اسلام آباد

شمارہ نمبر 108

قیمت -/35 روپے

اگست 2011ء



مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

بھلائے ہوئے ہم

ناجی مناجی

لوحِ امکانِ تصور سے مٹائے ہوئے ہم
یاد آئیں گے کسے تیرے بھلائے ہوئے ہم؟

سینۂ خاک پہ ہیں، دامنِ افلاک پہ ہیں
اشک ہیں چشمِ محبت کے گرائے ہوئے ہم

کیا کہیں کیسے ترے شہر میں گزری ہے حیات
لاش کاندھوں پہ پھرے اپنی اٹھائے ہوئے ہم

چاکِ دل کیسے سلیں؟ دہر میں کس کس سے ملیں؟
منظرِ ہجر نگاہوں میں بسائے ہوئے ہم

تُو نہیں تو شبِ صحرا میں پکاریں کس کو؟
راستے بھول گئے تیرے بتائے ہوئے ہم

موت، اجزائے پریشاں کی طلب ہے تم کو
یوں نہ بگڑیں گے محبت سے بنائے ہوئے ہم

اسی قانونِ مشیت سے ہیں راضی ہم بھی
صبح بجھ جائیں اگر شب کے جلائے ہوئے ہم؟

فرش پر پاس بٹھانے کی ہے خواہش بے کار
تم تو کہتے ہو کہ ہیں عرش سے آئے ہوئے ہم

اپنے دعووں پہ تُو، اے رات! نظرثانی کر
صبح کا عکس ہیں آنکھوں میں سجائے ہوئے ہم

چار سُو آگ بجھانے کو سراسیمہ پھریں
دامنِ جاں ترے شعلوں سے جلائے ہوئے ہم

اے بہار! اتنا بتا، تجھ کو خوشی کا ہے پتا؟
کیا ہنسائے کبھی جائیں گے رلائے ہوئے ہم؟

لوٹ کر شہرِ عدم سے کبھی آیا نہ کوئی
تیرے آنے کی ہیں کیوں آس لگائے ہوئے ہم

جو ستم ہم پہ کرے کوئی، نہ کرنے سے ڈرے
روٹھنا بھول گئے، تیرے منائے ہوئے ہم

قطرۂ اشک کی روداد نہ ہم سے پوچھو
خاروخس ہیں اسی سیلاب کے لائے ہوئے ہم

چند لمحے ابھی گزرے تھے کہ محسوس ہوا
ہیں زمانے میں بڑی دیر سے آئے ہوئے ہم

دانش و عقل کہاں، جذبہ و وجدان کجا؟
بولتے حرف ہیں کچھ تیرے سکھائے ہوئے ہم

کیا غزل سے ہو بھلا اپنی تشفی، ناجی
مثلِ دریا ہیں جو اب موج میں آئے ہوئے ہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل

شمارہ : 108	جولائی/اگست 2011ء	قیمت 35 روپے

مدیر

ابو العرفان علامہ محمد بشیر

کمپوز کاری اور ڈیزائن کاری

تصوف نیشنل لائبریری علی پور اسلام آباد

اہتمام

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان

پتہ

358-A، سیکٹر G-6/1-1، اسلام آباد، پاکستان

ای میل: nawaesufia_intl@yahoo.com

بنک اکاؤنٹ نمبر

چیک ڈرافٹ بنام ماہنامہ نوائے صوفیہ اکاؤنٹ نمبر 8-1773-010،

UBL سیکریٹریٹ برانچ، اسلام آباد

ادارے کا مضمون نگاروں اور نامہ نگاروں کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

ایڈیٹر اینڈ پبلشر ایم بشیر نے انٹرگرافک پرنٹرز آئی نائن فور، اسلام آباد سے چھپوا کر دفتر نوائے صوفیہ G-6/1-1،358-A، اسلام آباد سے شائع کیا۔

اداریہ

تفکّر و تذکّر

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

ہمارے سامنے دو قسم کی جغرافیائی حدود ہیں:

ا۔ مملکت کی جغرافیائی حدود ہے۔

۲۔ مذہب کی جغرافیائی حدود ہے۔

ا۔ مملکت کی جغرافیائی حدود:

پہلی قسم یعنی مملکت کی جغرافیائی حدود تو بین الاقوامی کے تحت ہر مملکت کی واضح طور پر متعین اور محدود ہے۔ اس جغرافیائی حدود کے تحفظ کے لیے ہر مملکت میں اس مملکت کی بقدر ضرورت دفاعی افواج متعین ہیں۔ مملکت کی جغرافیائی حدود کی دیکھ بھال اور تحفظ کی ذمہ داری دفاعی افواج پر ہوتی ہے۔ سول آبادی کی جغرافیائی حدود کی دیکھ بھال کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ مملکت کی جغرافیائی حدود کی نگرانی پر مامور دفاعی افواج کا شعبہ یہ کام بخوبی انجام دیتا ہے اور سول آبادی اس سلسلہ میں بالکل بے فکر واندیشہ رہتی ہے۔ تاہم بسا اوقات مملکت کی جغرافیائی حدود کی حالت قدرے مخدوش ہو جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں مملکت کے پڑوس میں موجود دوسرے ممالک کو دراندازی کا موقع ملتا ہے۔ اپنے مخصوص مفادات کے حصول کی خاطر دونوں طرف سے جاسوسی سرگرمیاں عروج پر ہوتی ہیں۔ وہ ایک دوسرے پر اپنے داخلی معاملات میں مداخلت کا الزام لگاتے رہتے ہیں۔ بسا اوقات جاسوسی گروہ بے نقاب بھی ہو جاتا ہے۔

موجودہ دور میں سرحد پار دہشت گردی کا الزام لگانا ایک قسم کا سیاسی حربہ بن چکا ہے۔ رفتہ رفتہ ممالک کے درمیان محاذ آرائی کی نوبت آ پہنچتی ہے اور پر امن معاشرہ دہشت گردی اور قتل و غارت سے دوچار ہو جاتا ہے۔ جرائم پیشہ عناصر کو اپنے مکروہ مقاصد کے حصول میں مدد مل جاتی ہے۔

موجودہ زمانے میں استعماری طاقتوں کی ظالمانہ پالیسیوں کی وجہ سے پر امن معاشرہ عذاب میں مبتلا نظر آتا ہے۔ بہر حال یہ سب کچھ مملکت کی جغرافیائی حدود کی مخدوش صورت حال کی وجہ سے ہوا کرتا ہے۔

> **ہمارے لیے سب سے زیادہ قابل غور بات مذہب کی جغرافیائی حدود کو معنوی دراندازی سے محفوظ رکھنا ہے۔ جب ہمارے مذہب کی جغرافیائی حدود مخدوش ہوں تو اہل ایمان کے لیے اخلاص کے ساتھ عملی زندگی گزارنا دشوار ہو جاتا ہے۔ معنوی وجود داؤ پر لگ جاتا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے بہت ساری خطوں سے ہمارے معنوی وجود کا جنازہ نکل جاتا ہے۔**

۲۔ مذہب کی جغرافیائی حدود:

دوسری قسم یعنی مذہب کی جغرافیائی حدود جس میں ہمارے لیے سب سے زیادہ قابل غور بات مذہب کی جغرافیائی حدود کو معنوی دراندازی سے محفوظ رکھنا ہے۔ جب ہمارے مذہب کی جغرافیائی حدود مخدوش ہوں تو اہل ایمان کے لیے اخلاص کے ساتھ عملی زندگی گزارنا دشوار ہو جاتا ہے۔ معنوی وجود داؤ پر لگ جاتا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے بہت ساری خطوں سے ہمارے معنوی وجود کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ ایسا ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے۔ اہل نفاق نفاق کی بوائی میں مصروف ہیں اور ہم نفاق کی فصل کا نظارا کرتے ہوئے انجام سے بے خبر لگ رہے ہیں۔

❀☆❀☆❀

فقہ اسلامی

مجموعہ شریعتِ محمدیہ

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

وَلَا تَجُوْزُ هٰذِهِ الصَّلٰوةُ اِلَّا بِالْجَمَاعَةِ فَمَنْ لَمْ يَحْضُرْ فِيْهَا فَعَلَيْهِ الظُّهْرُ وَلَا يَنْبَغِيْ لِمَنْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ الْجُمْعَةُ اَنْ يَاْكُلَ فِيْ لَيْلَتِهَا وَ يَوْمِهَا مُنْتِنًا نِيًّا كَالْثُّوْمِ وَالْبَصَلِ وَغَيْرِهِمَا وَلَوْ اَكَلَ وَ لَمْ يَقْدِرْ عَلٰى قَطْعِ رَائِحَتِهِ لَمْ يَجُزْ اَنْ يَحْضُرَ فِي الْجُمْعَةِ

ترجمہ:

یہ نماز (یعنی نماز جمعہ) صرف جماعت کی صورت میں ہی جائز ہوسکتی ہے۔ لہٰذا جو شخص جمعہ کی نماز جماعت میں حاضر نہ ہو تو اس کے ذمے ظہر کی نماز واجب ہے۔ جس شخص پر نماز جمعہ واجب ہو اس کے لیے جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن کسی بدبودار چیز کو کچی کھالینا درست نہیں ہے۔ اگر اس نے کسی بدبودار چیز کو کھالیا اور اس کی بو ختم کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کے لیے نماز جمعہ میں حاضر ہونا جائز نہیں ہے۔

وضاحت:

مذکورہ عبارت میں نماز جمعہ کی عالمگیر حیثیت اور اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے نماز گزاروں کی معاشرتی پاکیزگی کے پیش نظر چند ضروری امور کی نشاندہی کی گئی ہے:

۱۔ نماز جمعہ کی ہیئت کذائی

۲۔ اجتماعی صفائی کی اہمیت

۳۔ کوتاہی کی سزا

تفصیل وضاحت:

۱۔ نماز جمعہ کی ہیئت کذائی: خوب آگاہ رہے کہ بعض نماز کی بجا آوری میں قدرے تعمیم پائی جاتی ہے۔ یعنی انفرادی اور اجتماعی بجا آوری دونوں صورتیں روا رکھی گئی ہیں۔ مثلاً نماز پنجگانہ اور نوافل۔ بعض نمازوں کی بجا آوری صرف اجتماعی صورت میں درست ہوسکتی ہے، وہاں انفرادی بجا آوری کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ چنانچہ نماز جمعہ ایک ایسی عظیم الشان نماز ہے جو صرف اجتماعی ادائیگی کی صورت میں بجالائی جاسکتی ہے۔ اس سے نماز جمعہ کی اجتماعی بجا آوری میں شرکت کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی نماز گزار نماز جمعہ کی اجتماعی ادائیگی میں شامل نہ ہو تو نماز کو وہ انفرادی طور پر بجالانا اس کے لیے شرعاً درست نہیں ہوگا۔ وہ ظہر کی نماز بجالائے گا۔ کیونکہ نماز جمعہ ظہر کی جگہ لیتی ہے۔

۲۔ اجتماعی صفائی کی اہمیت: نماز جمعہ کی اجتماعی بجا آوری کرنے والوں کی ایک بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ہر حال میں دوسرے نماز گزاروں کے لیے کوفت کا باعث نہ ہو۔ چنانچہ کسی نماز گزار کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ شب جمعہ یا جمعہ کے دن کوئی بدبودار چیز نہ کھائے۔ ہاں اگر ایسی کوئی چیز کھانے کی ضرورت ہو تو وہ بدبو دور کرنے والی دوا وغیرہ کرکے بدبو کو دور کرے۔ اگر وہ ایسا کرسکے تو ٹھیک ہے کہ وہ ضرورت پڑنے پر ایسی کوئی چیز کھالے اور ساتھ ہی اس کا علاج بھی کرے۔

۳۔ کوتاہی کی سزا: اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی نماز گزار نماز جمعہ کے لیے بدبودار چیز کو کچا ہی کھا کر اس کی بو دور کرنے کا اقدام کیے بغیر نماز جمعہ کی اجتماعی ادائیگی کرنے جائے تو وہ خرابی کا باعث ہوگا۔ دوسرے نماز گزار حضرات کو سخت تکلیف ہوگی اور اس کے نتیجے میں حضور قلب کا فقدان ہوگا۔ ایسے نماز گزار کو شرعاً یہ سزا دی جاتی ہے کہ وہ نماز جمعہ کی اجتماعی ادائیگی میں شامل نہ ہو۔ گویا اس پر ایک قسم کی مذہبی پابندی ہے۔ (۔۔۔جاری ہے)

اھل بیت

عرفانِ صادقؑ

ناجی مناجی

مسواک

متن:

قال الصادق علیہ السلام: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم السواک مطھرۃ الفم مرضات للرب، و جعلھا من السنن المؤکدۃ و فیھا منافع للظاھر والباطن مالا یحصی لمن عقل فکما تزیل التلوث من أسنانك من ماکلك و مطعمك بالسواك: کذلك فأذل نجاسة الذنوب بالتضرع و الخشوع و التهجد والاستغفار بالأسحاروطهر ظاهرك من النجاسات و باطنك من کدورات المخالفات و رکوب المناهی کلها خالصاً للّٰه فان النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم أراد باستعمالها مثلا لاهل التنبه والیقظة: و هو أن السواك نبات لطیف نظیف و غصنن شجر عذب مبارك والأسنان خلق خلقه اللّٰه تعالیٰ فی الفم آلة للاکل و أداة للمضغ وسببا لاشتهاء الطعام واصلاح المعدة وهی جوهرة صافیة تتلوث بصحبة تمضیغ الطعام و تتغیر بها رایحة الفم۔ و یتولد منها الفساد فی الدماغ فاذا استاك المؤمن الفطن بالنبات اللطیف و مسحها علی الجوهرة الصافیة زال عنها الفساد والتغیر و عادت الی اصلها۔

ترجمہ:

حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرمایا ہے کہ مسواک کرنا منہ کی صفائی اور پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے اور اسے سنتِ مؤکدہ قرار دیا گیا ہے۔ اس میں اتنے ظاہری اور باطنی فائدے ہیں کہ عقل مند آدمی ان کا شمار نہیں کر سکتا۔ جس طرح تو کھانے سے پیدا ہونے والی منہ اور دانتوں کی آلائش کو مسواک کے ذریعے صاف کرتا ہے اسی طرح تجھے چاہیے کہ اپنے دل کو بھی آہ و زاری، خشوع وخضوع، تہجد اور صبح کے استغفار کے ذریعے گناہوں کی آلودگی سے صاف کرے اور اپنے خلوص نیت کے ساتھ ظاہر کو ظاہری نجاستوں سے اور اپنے باطن کو گناہوں کی آلودگی اور تاریکی سے پاک وصاف کرے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل تنبیہ کے حق میں مسواک کے استعمال کو پسند فرمایا کیونکہ مسواک ایک مبارک اور شیریں درخت کا نازک اور لطیف ریشہ اور نرم شاخ ہے اور اسی طرح دانتوں کی جگہ اللہ تعالیٰ نے منہ کے اندر مقرر فرمائی تاکہ اسے کھانے اور چبانے کا آلہ، بھوک بڑھانے کا باعث اور اصلاح معدہ کا وسیلہ بنائے۔ دانتوں میں ایک پاکیزہ جوہر ہوتا ہے جو چبانے کے عمل سے آلودہ ہو جاتا ہے اور اس سے منہ میں جو ناگوار بو پیدا ہوتی ہے وہ دماغ کے فساد کا موجب بنتا ہے اور انسان مسواک کے اس لطیف ریشے سے اپنے دانتوں کو صاف کرتا ہے تو یہ فساد زائل ہو جاتا ہے اور منہ اور دانتوں کی صحت برقرار رہتی ہے۔

متن:

کذلك خلق اللّٰه القلب طاهراً صافیا وجعل غذاء ه الذکر و الفکر و الهیبة والتعظیم واذا شیب القلب بتغذیته بالغفلة والکدر: صقل بمصقلة التوبة و نظف بماء الانابة ، لیعود علی حالته الاولی وجوهرته الأصلیة۔ قال اللّٰه تعالی: ان اللّٰه یحب التوابین و یحب المتطهرین وقال النبی صلی اللّٰه علیه وآله و سلم علیکم بالسواك۔

باقی صفحہ نمبر 22 پر

الکتاب

قرآن مجید فرقان حمید

مولوی عبد الحمید

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے

والسماء والطارق ○ وما ادراک ماالطارق ○ النجم الثاقب ○ ان کل نفس لما علیها حافظ ○ فلینظر الانسان مم خلق ○ خلق من ماء دافق ○ یخرج من بین الصلب الترائب ○ (سورہ الطارق، پارہ ۳۰ آیت نمبر ۱ تا ۷)

ترجمہ: آسمان (کی فضائے بسیط اور خلائے عظیم) کی قسم اور رات کو (نظر) آنے والے کی قسم۔ اور آپ کو کیا معلوم کہ رات کو (نظر) آنے والا کیا ہے؟ (اس سے مراد) ہر وہ آسمانی کرہ ہے خواہ وہ ستارہ ہو یا سیارہ یا اجرام سماوی کا کوئی اور کرہ) جو چمک کر (فضا کو) روشن کر دیتا ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں جس پر نگہبان (مقرر) نہیں ہے۔ پس انسان کو غور و تحقیق کرنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ قوت سے اُچھلنے والے پانی (یعنی قوی اور متحرک مادہ تولید) میں سے پیدا کیا گیا ہے۔ جو پیٹھ اور کولہے کی ہڈیوں کے درمیان (پیڑو کے حلقہ میں) سے گزر کر باہر نکلتا ہے۔

سورہ الطارق اور مضامین:

مذکورہ بالا سات آیتیں "سورہ الطارق" سے لی گئی ہیں۔ یہ سورہ مبارکہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس سورہ میں کل سترہ آیات ہیں۔ اس سورہ میں وقوع قیامت پر دلائل پیش کئے جا رہے ہیں لیکن بیان سے پہلے قسمیں کھا کر بتایا گیا ہے کہ انسان کو پیدا کرنے کے بعد آزاد اور آوارہ نہیں چھوڑا گیا کہ اس کے دل و دماغ میں جو آئے کرتا پھرے اور اسے کسی بازپرس کا اندیشہ نہ ہو کیونکہ یہ حکمت اللہ کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو گونا گوں صلاحیتوں سے نوازا ہے اور یہ دیکھنے کے لیے کہ اس کی عطا کردہ نعمتوں کو کس طرح استعمال کرتا ہے۔ اس کے نگہبان اور محافظ بھی مقرر کر دیئے ہیں۔

تشریح آیات:

طارق، یہ طَرَق سے مشتق ہے جس کے معنی کھٹکھٹانا ہے۔ رات کو آنے والے مہمان کو بھی طارق کہتے ہیں کہ وہ سوتے ہوئے میزبان کو جگانے کے لیے اس کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ ستارے کو بھی طارق اس لیے کہتے ہیں کیونکہ وہ صرف رات کو نمودار ہوتا ہے۔

عظیم محدث قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الشفا میں 'الطارق' سے ذات مصطفیٰ مراد لیا ہے کیونکہ الطارق سے مراد النجم الثاقب (روشن تارا) ہے جس نے سراجاً منیراً کی شان کے ساتھ آسمان رسالت پر چمک کر ظلمت بھری کائنات کو نور ایمان سے روشن کر دیا ہے۔

آسمان اور چمک دار ستارے کی قسم کھانے کے بعد جواب قسم کا ذکر ہو رہا ہے۔ فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جس پر نگہبان مقرر نہ ہو یعنی انسان اس غلط فہمی کو دل سے نکال دے کہ انہیں پیدا کرنے کے بعد بے لگام چھوڑ دیا ہے ایسا ہرگز نہیں بلکہ ہم نے تمھاری نگہداشت کا پورا انتظام کر دیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ایک جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے۔ **ما یلفظ من قول الا علیه رقیب عتید.**

حدیث پاک میں ہے کہ ہر شخص کی حفاظت کے لیے ایک سو ساٹھ فرشتے مقرر ہیں جو ایسے حادثات و مصائب سے اس کی پاسبانی کرتے ہیں جو اس کی تقدیر میں ہیں اگر انسان کو اس کے حوالے کر دیا جائے تو شیاطین اور دوسری انسان دشمن قوتیں اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیں گی۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا چشم ہوش سے مطالعہ کرتا ہے تو وقوع قیامت کا اسے یقین ہو جاتا ہے۔ اس لیے حکم

دیا جا رہا ہے کہ ہر انسان اپنی تخلیق کی ابتداء پر غور کرے۔ تمھارا مادہ تخلیق پانی کی ایک بوند ہے جو مرد و زن کی پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔

قرآن کریم نے بین الصلب والترائب کے مختصر اور جامع الفاظ سے حقیقت کی جس طرح ترجمانی کی ہے، اس سے بہتر ناممکن ہے۔ جسم میں کوئی ایک عضو ایسا نہیں جو اکیلا اس مادہ تولید کو بناتا ہو بلکہ تمام اعضائے رئیسہ کے اشتراک سے یہ مادہ تیار ہوتا ہے۔ دماغ اور دل اور جگر کا حصہ اس میں نمایاں اور سب سے زیادہ ہے۔ دل اور جگر کا مقام بلاشبہ بین الصلب والترائب ہے جبکہ ریڑھ کی ہڈی میں نخاع (سفید رنگ کی تار) جو دماغ سے گردن سے گزرتی ہوئی ریڑھ کی ہڈی کے سارے مہروں سے ہوتی ہوئی کمر تک پہنچتی ہے اور اس مادہ منویہ کی تیاری میں حصہ لیتی ہے۔

یہاں سے اصلی عناصر تیار ہو کر کیسہ منی میں پہنچتے ہیں اور وہاں سے نکل کر کئی نالیوں کو طے کرتے ہوئے باہر نکلتے ہیں۔ قرآن کریم کا یہ بیان علم طب کی جدید تحقیقات کے عین مطابق ہے اگر انسان اپنے وجود پر غور کرے تو اس کی چشم نرگس چاند کی مانند چمکتا ہوا چہرہ، خوب صورت پیشانی، موتیوں کی طرح دمکتے ہوئے دانت، یہ قامت زیبا سب اُسی ایک بوند سے نمودار ہوا ہے۔ پھر جسمانی قوتیں، ذہنی اور روحانی استعداد بھی اس میں بڑی خوب صورتی سے کھٹی ہوئی ہیں۔ جس کی قدرت کا یہ حیرت انگیز شاہکار ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ کیا وہ ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا؟ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ چنانچہ آیت نمبر ۸ میں ارشاد ہوا ۔ انه علی رجعه لقادر (بے شک اللہ اس کو پھر واپس لانے پر قادر ہے)۔ ایسی قدرت والی ہستی کے لیے انسان کو دوبارہ زندہ کرنا قطعاً مشکل نہیں۔

خلاصہ کلام:

جب انسان کا وجود ہی نہیں تھا۔ پھر ایک بوند قطرے سے اللہ نے انسان کو پیدا کیا پھر ایک دن اسی کی طرف لوٹ جاؤ گے اور پھر روز قیامت زندہ کیا جائے گا تو انسان کو اپنے اس رب کی طرف حساب وکتاب کے لیے حاضر کیا جائے گا۔ اچھے اعمال والوں کو کشاں کشاں جنت کی طرف لے جائیں گے جبکہ بد اعمال کو جہنم میں ان کے کئے کی سزا بھگتنا ہوگی۔

اب یہ انسان کے اپنے ہاتھ میں ہے کہ وہ اپنے لیے کون سا ٹھکانا پسند کرتا ہے اور کون سے ٹھکانے کا انتخاب کرتا ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اپنے حبیب کبریا ؐ کے صدقے ہم سب کو روز قیامت جنت کے اعلیٰ مقامات کا اہل ٹھہرا دے۔

❁ ☆ ✪ ☆ ❁

بقیہ: معجزہ شق القمر کا سائنسی تحقیق

اس تحقیق پر ان کے کئی سال لگے۔ انہوں نے اس تحقیق کی ایک عارضی رپورٹ بھی جاری کی۔ بقول ڈاکٹر پریکشل انہیں ان بیالیس ہزار نسخوں میں صرف دو جگہ اختلاف یا فرق نظر آیا۔ ایک جگہ تسمیہ میں لفظ الرحمٰن نہیں لکھا تھا جبکہ دوسری غلطی بھی تسمیہ میں لفظ اللہ دوبار لکھا تھا۔ ان دونوں کو کاتب کی غلطی قرار دیا۔ لیکن الفاظ وہی کے وہی ہیں۔

(قرآن سائنس اور تہذیب وتمدن، ص ۴۲۰)

❁ ☆ ✪ ☆ ❁

بقیہ: لمحہ فکریہ۔۔۔ ذرا سوچیے!

ہمارے مذہب کا واحد رسالہ جو احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب ہے۔ ہم سب اس رسالے کے ریگولر قاری بنیں اور اس کی ترقی و ترویج کے لیے ہمہ وقت تیار رہیں۔ اور اپنی عرق ریزی سے تیار کردہ مواد، مضامین، ریسرچ ورک دوسرے لوگوں کو فیض یاب کرنے کے لیے بھیجیں۔ تاکہ یہ رسالہ مزید علم تصوف کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے اور اتحاد بین المسلمین کے لیے کارہائے نمایاں کارکردگی پیش کرنے میں کامیابی حاصل کرسکے۔

آخر میں میری تمام لوگوں سے دردمندانہ اپیل ہے کہ اس شمع واحد کی بروقت اور معیاری اشاعت کے لیے بھرپور حمایت کریں۔ اللہ ہم سب کو اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین!

نوربخشیات

میر سید محمد نوربخشؒ تاریخی پس منظر میں

ذاکر حسین ذاکر

تاریخ عالم میں وہ شخصیات جو علمی اور روحانی اعتبار سے عام انسانوں کی سطح سے بہت بلند ہوں تو ان کی حمایت اور مخالفت بھی انتہائی نوعیت کی ہوتی ہے۔ خصوصاً جب وہ اپنے دور کے عام فکری رویوں سے ہٹ کر کوئی بڑی بات کر دیں تو ممکنہ طور پر افراط یا تفریط کی صورت میں ان کی شخصیت اور ذات کے ساتھ ناانصافی کا امکان رہتا ہے۔ تاریخ فلسفہ میں سقراط، تاریخ ائمہ اسلام میں حضرت علیؑ ابن ابو طالبؑ، تاریخ سائنس میں گلیلو، تاریخ تصوف میں منصور حسین حلاجؒ، عین القضاۃ ہمدانیؒ اور ابن عربیؒ ایسی ہی مثالیں ہیں۔ ایسی ہی ایک مثال حضرت میر سید محمد نوربخشؒ کی شخصیت ہے۔ جن کی حمایت اور مخالفت دونوں، انتہاؤں کو چھوتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ میر سید محمد نوربخشؒ کی تعلیمات اور شخصیت کے کسی بھی پہلو پر گفتگو کے لیے پہلے اُس دور کے تاریخی پس منظر کو ذہن میں رکھنا ہوگا تاکہ واقعات اور حقائق کو اسی حوالے سے دیکھا جائے۔

تیرہویں اور چودہویں صدی عیسوی میں عالم اسلام پر صلیبیوں اور منگولوں کے حملوں اور سقوط بغداد کے جان فرسا واقعات سے تاریخ کا طالب علم ضرور آشنا ہوگا جب سروں کے مینار بنائے گئے، لاشوں سے فصیل بنائی، مرکز اسلام میں موجود تقریباً تمام لائبریریاں جلا دی گئیں، تعلیمی ادارے مسمار ہوئے۔ غرض کہ عالم اسلام تباہی کے ایک ناقابل تصور صورتحال سے دوچار ہوا۔ اور ان تمام تر تباہیوں کی بنیادی وجہ ظالم حملہ آوروں کی طاقت سے زیادہ مسلم امہ کا اندرونی خلفشار تھی۔

جب منگولوں نے حملہ کیا تو اس وقت دنیائے اسلام کے فقہی مسالک اندرونی طور پر انتہا درجے کی فرقہ وارانہ منافرت اور فروعی اختلافات کے شکار تھے۔ حد یہ کہ علماء اور فقہا جو فرقہ وارانہ اختلافات پر نہ صرف آپس میں لڑتے تھے بلکہ ایسی مثالیں بھی ہیں کہ جب موقع ملا تو منگولوں اور صلیبیوں کو اپنے مخالفین پر حملوں کی دعوت دیتے تھے۔ ایسی صورتحال میں دشمن ان کے مخالفین سے نمٹنے کے بعد جن لوگوں نے دعوت دی خود انہیں بھی نہیں بخشتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ سقوط بغداد کے وقت ایک معمولی سی بات پر کئی دنوں سے دو فرقوں کے درمیان زبردست مناظرہ چل رہا تھا۔ اس فرقہ واریت اور آپس کی منافرت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر فرقے کے جید علماء اور فقہا کو نشانہ بنایا گیا (اکثر مخالف فرقے کی نشاندہی پر)۔ ایسے میں اسلامی تعلیمات، عبادات، اور ریاضات کی روش کو صوفیاء نے محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔ چونکہ صوفیائے کرام براہ راست کسی بھی قسم کی فتویٰ بازی اور فرقہ وارانہ مناظرے میں شامل نہیں ہوتے تھے، لہٰذا یہ طبقہ کسی حد تک فرقہ واریت کی آفتوں سے بچا رہا۔ سقوطِ بغداد اور صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کے علمی اثاثے کو خصوصاً نشانہ بنایا گیا اور تمام اہم لائبریریاں جلا دیں جن میں مجموعی طور پر ہزاروں اور لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کتابیں تلف ہوئیں۔ بقول ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ منگولوں/تاتاریوں اور صلیبیوں کے ہاتھوں تلف ہونے والی کتابوں کی کل تعداد تین کروڑ کے لگ بھگ تھی۔ اُس دور میں جب کتابیں ہاتھ سے لکھی جاتی تھی، اتنی تعداد میں کتابوں کی موجودگی اور پھر ان کا ضیاع ناقابل تلافی علمی المیہ تھا۔

ان تباہ کاریوں کے بعد جب فضا ٹھنڈی ہوگئی اور جب انتقام کی آگ نے تمام فرقہ وارانہ فریقوں کے گھر یکساں طور پر جلادیے تو ہوش آیا اور محسوس ہوا کہ بہت کچھ کھو چکے ہیں بلکہ کچھ بچا ہی

نہیں۔ نتیجتاً عالم اسلام میں ایک عجیب قسم کا انتشار، مایوسی اور غیر یقینی کیفیت کا دور دورہ ہو گیا۔

ایسے میں چودہویں اور پندرہویں صدی عیسوی میں میر سید علی ہمدانیؒ (1314تا1386) اور ان کے بعد آپ کے خلیفہ میر سید محمد نوربخشؒ (1392تا1464) نے عالم اسلام کو اس مایوس کن ماحول اور فرقہ وارانہ منافرتوں سے نجات دلانے کے ساتھ ساتھ اُس تباہ شدہ علمی سرمایے کی بنیادی اثاثوں کی کسی حد تک بحالی کا بیڑا اٹھایا۔ اور دونوں بزرگوں نے اخلاقیات، اسلامی فقہ، عقائد، سیاسیات، علم کلام اور تصوف و عرفانیات پر متعدد کتابیں لکھ کر اس علمی تعمیر نو کی بنیاد رکھی۔ دونوں صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ میر سید علی ھمدانی کے آثار (منثور و منظوم کتابیں/رسائل) ایک سو دس (110) سے زائد ہیں۔ اسی طرح سید محمد نوربخشؒ کی مشہور اور دستیاب تصنیفات کی تعداد تیس کے لگ بھگ ہے۔ جن میں کتاب فقہ الاحوط، اصول اعتقادیہ، مکارم اخلاق، معراجیہ، نوریہ، معاش السالکین، کشف الحقائق وغیرہ جیسی بیس سے زائد نثری کتب کے علاوہ کئی منظوم آثار اور مخطوطات شامل ہیں۔ اس تاریخی پس منظر میں الفقہ الاحوط کی وجہ تالیف بھی آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔

اس مضمون میں ہم صرف نوربخشؒ کی تحریک کے حوالے سے چند تعارفی کلمات درج کریں گے۔ یہاں اُس منفرد تاریخی واقعے کا بھی تذکرہ کرنا مناسب ہوگا کہ تاریخ تصوف میں پہلی اور شاید آخری بار مرشد نے خود اپنے مرید کی ہاتھ پر بیعت کی اور انہیں اپنا مرشد تسلیم کرلیا۔ حضرت خواجہ اسحاق ختلانیؒ میر سید علی ہمدانیؒ کے داماد، شاگرد اور خلیفہ تھے اور بطور خرقۂ خلافت سید علی ہمدانیؒ نے آپ کو اپنا دستار مبارک عطا کیا تھا۔ سید محمد نوربخشؒ خواجہ اسحٰقؒ کے مرید تھے۔ لیکن بعد میں سید کے روحانی کمالات دیکھ کر خواجہ اسحاقؒ نے کشفی اشارے کے مطابق آپ کو نوربخشؒ کا لقب دیا، اور نہ صرف آپ کو اپنا خلیفہ بنایا بلکہ آپ کے ہاتھ پر خود بیعت کرکے سید علی ہمدانیؒ کا عطا کردہ خرقہ (سیاہ عمامہ) اپنی زندگی میں نوربخشؒ کو عطا کردیا، یوں نوربخشؒ سید علی ہمدانیؒ کے بلا واسطہ خلیفہ بھی قرار پائے۔ یہ وہی خرقے کا عمامہ تھا جس کا زیب تن کرنا میرزا شاہرخ تیموری کا نوربخشؒ سے عناد کی وجوہات میں سے ایک تھا۔ کیونکہ یہ سید علی ہمدانیؒ کی نشانی تھی اور آپؒ اپنے دور میں مرزا شاہرخ کے باپ تیمور لنگ کے سب سے بڑے مخالف تھے، جس نے آپؒ کو ملک بدر کردیا تھا۔

مذکورہ بالا تاریخی پس منظر میں میر سید محمد نوربخشؒ کے دل و دماغ پر اسلام میں فرقہ واریت اور مسلمان فرقوں کے آپس کی منافرتوں اور اس کے بھیانک نتائج کے گہرے اثرات مرتب ہو چکے تھے اور بطور ایک داعی، مبلغ، مجدد، مصلح، فقیہ، مرشد، عالم صمدانی اور حکیم روحانی کے آپ اپنی دینی اور روحانی ذمہ داریوں سے بھی بخوبی آگاہ تھے۔ اسی احساس ذمہ داری کے پیش نظر آپ نے ''رفع البدع والاختلاف'' کو اپنی زندگی کا مدعا بنایا اور اسی مقصد کیلئے تحریک شروع کردی۔ آپ کی تحریک کا مدعا خود آپ کے الفاظ میں امت مسلمہ کے مابین اختلافات اور اس میں رواج پا جانے والی بدعتوں کو رفع کرنا تھا۔ فرقہ وارانہ انتہا پسندیوں کے خلاف اس تحریک کا مرکزی نکتہ بقول آپ اور آپ کے خلفاء کے افراط و تفریط (یعنی انتہا پسندیوں سے دور) درمیانی راستے یعنی ''راہِ وسط'' کو اپنانا ہے۔ خصوصاً آدابِ عبادت میں بہت لچک موجود ہے۔ کسی عمل کو ادا کرنے کیلئے اس کی عملی طور طریقوں یارمی پہلو سے زیادہ اصل ہدف اور مدعائے منتہی کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ یوں سادہ اور عمومی فقہی مسائل جیسے وضو اور نماز میں آپ نے تسنن اور تشیع دونوں فقہی مسالک کے مابین کئی اختلافی طریقوں کو اصولی طور پر درست قرار دیا ہے۔ مثلاً وضو میں پاؤں کا مسح کرنا اور دھونا، منہ دھوتے وقت ایک ہاتھ سے، دونوں ہاتھوں سے یا پانی انڈیل کر کسی بھی طریقے سے دھونا، کہنیوں تک ہاتھ دھونے کیلئے کہنیوں سے انگلیوں تک، یا انگلیوں سے کہنیوں تک یا پانی میں ڈبو کر دھونا سبھی درست صورتیں ہیں۔ دوران نماز قیام میں ہاتھ کھول کر رکھنا اور باندھنا دونوں صورتیں جائز قرار دی ہیں۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ آپ کس طریقے کو بارگاہ ایزدی میں حاضری کیلئے زیادہ با ادب سمجھتے ہیں،

ہاتھوں کی وہ پوزیشن ٹھیک ہے۔ دونوں طریقوں کا رسول کریمؐ کی سنت ہونا ثابت ہے۔ اسی طرح امر معروف ونہی عن المنکر کی شرعی ذمہ داری کا اصل ہدف یوں بیان فرماتے ہیں کہ اس کا مدعا "تعظیم امر الله و شفقت علی خلق الله" یعنی احکامات خداوندی کی تعظیم اور خلق خدا پر شفقت کے سوا کچھ نہیں۔ یوں کسی بھی عمل کی انداز ادائیگی سے زیادہ اس کے مدعا، یا ہدف (aims and objectives) کو زیادہ اہمیت دی جس سے فرقہ وارانہ اختلافات کو بہت حد تک کم کیا جا سکتا ہے، کیونکہ اہداف تو کم وبیش تمام مسالک کے ایک جیسے ہیں۔

اس طرح فروعی احکامات اور عبادات کے معاملات میں انتہا پسندی کی مخالفت، دینی اعمال وعبادات کی ظاہری طور طریقوں سے زیادہ باطنی نیت اور خلوص فی العمل پر زور دینا، جابر حکمرانوں، درباری ملاؤں اور عرفان مخالف فقہا پر کھلی تنقید جیسی وجوہات کی بنا پر ان تمام حلقوں کی جانب سے آپکی مخالفت میں اضافہ ہوا۔ درباری ملا وہ علماء ہیں جو حق سے قطع نظر ہمیشہ حکومت وقت کی بولی بولتے ہیں اور عرفان مخالف فقہا ایسے فقہا ہیں جو اپنے علمی موشگافیوں سے بال کی کھال اتار کر فروعی باتوں پر دوسروں کو دین سے خارج ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ عبادات کی اصل روح، ہدف اور فلسفے کو تسلیم نہیں کرتے۔

چونکہ آپ ایک گوشہ نشین صوفی تو تھے نہیں، بلکہ ایک معاشرتی مصلح، اور مجدد بھی تھے جو سیاست (حکمرانی کے امور) سمیت انسانی معاشرے کے ہر پہلو پر گہری اور ناقدانہ نظر رکھتے تھے اس لیے عقائد میں اختلاف کے علاوہ سیاسی اختلافات کی بنا پر بھی حکمرانوں کے عتاب کا سامنا رہا۔ اور بیس سال تک قید و بند، جلا وطنی اور محدود آزادی کی زندگی گزاری جس میں بارہ سے چودہ سال تک قید شامل ہے۔

ان تمام دشواریوں کے باوجود میر سید محمد نوربخشؒ نے تاریخی احساسِ شکستگی اور نفسیاتی پژمردگی سے دوچار امت کے اندر مسلمانوں کی حوصلے morale کو بلند کرنے، ان کی خوابیدہ غیرت ایمانی کو جگانے اور انہیں ایک بار پھر روحانی بلندیوں کے ساتھ علم وعمل اور دنیاوی امور میں بھی فتح مندی اور کامرانی کی راہ دکھانے کا عزم کیا۔ انسان کامل کا تصور، اسلامی اقدار اور اخلاق کے مطابق حکمرانی اور سیاست کو سنت انبیاء قرار دینا، انفس وآفاق کی عمیق ترین گہرائیوں اور ان میں پوشیدہ رازوں کی طرف ان کی توجہ مبذول کرنے کیلئے ان عنوانات پر علمی مباحث۔ نیز زمان و مکان اور عوالم بالا (ملکوت، لاہوت، جبروت) کے بہت سے اسرار ورموز سے دنیا کو آگاہ کرنا امید مردمؤمن کو بیدار کرنے کی کوششیں تھیں۔ بقول اقبالؒ

نہ نومید، نومیدی زوال علم و عرفان ہے
امید مرد مؤمن ہے خدا کے راز دانوں میں

جہاں ایک طرف مخالفین کی مخالفتیں اور دشمنیاں بہت تھیں تو دوسری طرف آپکی کرشماتی اور ہمہ جہت شخصیت، علم لدنی اور اعلیٰ پائے کی روحانیت کی وجہ سے عقیدتمندوں کی عقیدت بھی انتہا کی تھی۔ جن کا اظہار آپ کے مریدین اور عقیدتمندوں کی آپ کے شان میں لکھے گئے قصائد سے ہوتا ہے۔ ان میں سے چند ایک آپ کو، مجتہد، مرشد اور مجدد کے علاوہ امام ہمام، مہدی، اور ہادیؑ کے القابات سے بھی یاد کرتے تھے۔ مہدی دوران (یعنی اپنے زمانے کا ہدایت کرنے والا) اور مہدی موعود (یعنی وعدہ کیا ہوا مہدی) کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔ ان اصطلاحات کی بنا پر آپ کے مخالفین نے آپ پر یہ الزام لگایا کہ نوربخشؒ نے مہدی آخرزمانؑ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ذیل میں ہم چند شواہد اور دلائل پیش کر رہے ہیں جن سے ثابت ہوگا کہ آپ نے مہدی آخرزمان کا دعویٰ نہیں کیا۔ مرزا شاہ رخ تیموری کے نام خط کے اختتام پر آپ نے اپنے آپ کو نائب امام آخرزمان لکھا ہے: ''من که محمد نوربخشم نائب امام آخر الزمان و مهدی موعودم '' (ترجمہ) میں ہوں محمد نوربخش، امام آخرزمان اور مہدی موعود کا نائب۔

یہ خط (خلاصتاً) میر سید محمد نوربخشؒ کے آستانے کی دیوار پر واضح انداز میں بطور کتبہ مندرج ہے۔ راقم نے خود آستان نوربخشؒ کی

زیارت کے دوران اس کتبے کا ڈیجیٹل فوٹو اتارا ہے اور محفوظ ہے۔ تمام زائرین اس خط کو پڑھ سکتے ہیں۔ یہ خط نوربخشی عقائد کا آئینہ دار ہے جس میں آیت قرانی اور احادیث کی روشنی میں محبت اہلبیت کو وسیلہ نجات قرار دیا ہے۔ تہران سے شائع شدہ آپ کی مکتوبات کے مجموعے میں بھی لفظ نائب موجود ہے۔ اس خط کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب میر سید محمد نوربخشؒ نے یہ خط لکھا تو مرزا شاہرخ کے درباریوں نے اس خط میں سے لفظ نائب ہٹا کر اس کی کاپیاں فراہم کیں تا کہ آپ پر دعوائی امام آخر زمان کا الزام لگائے اور یوں لوگوں کو آپ سے بدظن کیا جا سکے۔ میں نے ایران سے حوزہ علمیہ کے ایک طالب علم اور دیگر اہل علم سے بھی یہی روایت سنی ہے اس کا تذکرہ دیگر علماء نے اپنی تحریروں میں بھی کیا ہے۔

کتاب اصول عقائد، اصول دین اور عقائد پر نوربخشؒ کی سب سے اہم اور بنیادی کتاب ہے جس کے بہت سے قدیم قلمی نسخے دستیاب ہیں اور نوربخشیوں میں ایک مستند حوالہ ہے۔ اس کتاب میں دو جگہوں پر واضح عبارات سے اس الزام کی نفی ہوتی ہے کہ نوربخشؒ نے مہدی آخر زمان ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ عقیدہ ولایت کے بحث میں آپ فرماتے ہیں۔ "وأدمهم علیؑ و خاتمهم مهدیؑ ویجب الایمان بالاولیاء فی الطریقت کما یجب الایمان بالانبیاء فی الشریعة۔" ترجمہ: آدم الاولیاء حضرت علیؑ ہیں اور خاتم الاولیاء حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام ہیں۔ ان اولیاء پر ایمان رکھنا طریقت میں اسی طرح واجب ہے جس طرح شریعت میں انبیاء پر ایمان رکھنا واجب ہے۔

یہاں پر یہ بات یاد رہے کہ تصوف میں خصوصاً نوربخشی عرفانیات میں حضرت امام آخر زمان حضرت امام مہدیؑ کو خاتم الولایۃ کہتے ہیں، یعنی ولایت کا مہر یا خاتمہ جس طرح حضرت محمدؐ خاتم النبوۃ ہیں، اسی طرح مہدیؑ "خاتم الولایۃ" ہیں۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ نوربخشؒ کے عقیدے کے مطابق یعنی مہدی آخر زمان پر بطور خاتم الولایۃ ایمان رکھنا واجب ہے۔ اسی طرح عقیدہ امامت میں فرماتے ہیں فتامل و اعرف الائمة الماضین و الباقین و فز فوزً عظیما۔

ترجمہ: پس تو سوچ بچار کر گزشتہ ائمہ کرام اور باقی آنے والے کی اچھی طرح سے پہچان کر اور یوں بڑی کامرانی سے ہمکنار ہو جا۔

یہاں پر یہ بات واضح ہے کہ آنے والے امام کو پہچانا جائے اور کامیابی کا راز اسی میں ہے۔ اگر نوربخشؒ خود مہدیؑ آخر زمانی کا دعویدار ہوتے تو آنے والے امام کی معرفت حاصل کرنے کیلئے اپنے پیروکاروں کو کیوں نصیحت کرتے۔

اپنی غزلیات میں ایک جگہ نوربخشؒ فرماتے ہیں۔

مائم چو خاتم الولایۃ

هم مهدی و هادی و هدایۃ

ترجمہ: میں خاتم الولایۃ (حضرت امام مہدیؑ) کی مانند ہوں، ہدایت یافتہ اور دوسروں کو ہدایت کرنے والا۔

نوربخشی عملیات کی مستند کتاب دعوات صوفیہ جو نوربخشؒ کے نور چشم اور خلیفہ حضرت شاہ قاسم فیض بخشؒ کی تالیف ہے اس میں اوراد خمسہ کے بعد انتہائی یکسوئی اور خلوص سے دعائے تضرع پڑھنے کی ہدایت ہے۔ اس دعا میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ اور چودہ معصومین کے اسمائے گرامی اور انکی ایک خاص صفت کو واسطہ دے کر دعا کی جاتی ہے۔ اس دعا میں حضرت امام حسن العسکریؑ کے بعد وسیلہ دعا کا جملہ کچھ یوں ہے:

و بقائم آل محمد ن المهدی علیهم السلام و اجازته۔

ترجمہ: اور قائم آل محمد حضرت امام مہدی علیہم السلام اور آپ کی اجازت کا واسطہ۔ یہاں پر لفظ "قائم آل محمد" خاص معنی رکھتی ہے۔ اس لفظ کے معنی ہیں آل محمدؐ میں سے زندہ اور موجود مہدیؑ جو قیام کریں گے۔

بلتستان کو نوربخشی تعلیمات کی محفوظ پناہ گاہ کہا جا سکتا ہے کیونکہ کشمیر، ایران، ماوراء النہر، اور وسط ایشیائی ریاستوں میں دیگر فقہی مسالک اور چند مقامات (جیسے وسط ایشیائی ریاستوں) پر غیر مسلم

حکومتوں اور تسلط کی وجہ سے بطور فقہی مکتب کما حقہ اسے پنپنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ تاہم بطور سلسلہ تصوف آج بھی ان خطوں میں نوربخشی موجود ہیں۔ مثلاً ایران میں موجود نوربخشی جو فروعی اعمال اور آداب میں شیعہ طور طریقوں سے قریب تر ہیں، میر سید محمد نوربخشؒ کو بلتستان میں موجود نوربخشیوں کی طرح سلسلہ نوربخشیہ کے بانی اور قطب الاقطاب مانتے ہیں۔ اگر کہیں مہدی آخر زمان ہونے کا دعویٰ ثابت ہوتا تو ایسا ممکن نہیں تھا۔ بلتستان میں کم وبیش آپکی تمام تصنیفات اور آثار کے قلمی نسخے بازیافت ہو چکے ہیں لیکن ان میں سے کسی میں مہدی آخر زمانی کا دعویٰ نہیں۔ پروفیسر شہزاد بشیر کے مطابق رسالۃ الہدیٰ نامی کتاب میں مہدویت کا دعویٰ اور دلائل موجود ہیں۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ بلتستان سے بازیافت شدہ نسخوں میں سے اس رسالے کا کوئی قلمی نسخہ یا کسی نسخے میں اس کا حوالہ (کم ازکم میری معلومات کے مطابق) نہیں ۔ جبکہ دیگر مستند کتابوں جیسے الفقہ الاحوط، کتاب الاعتقادیہ، انسان نامہ وغیرہ کے متعدد قلمی نسخے دریافت ہو چکے ہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ اس رسالے پر عمیق تحقیق کی ضرورت ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس کتاب کا اصل مصنف کون ہے اور کس پس منظر میں یہ کتاب لکھی گئی؟ شہزاد بشیر صاحب کو دستیاب نسخے کا قلمی متن کس کی تحریر ہے؟، کیا کاتب خود بھی نوربخشی تھا؟ کیا اس کاتب نے نوربخشؒ کی کسی اور کتاب یا رسالے کی بھی کتابت کی ہے یا یہ واحد نسخہ ہے؟ کیا نوربخشؒ کے کسی خلیفہ جیسے اسیری لاہجیؒ، شاہ قاسم فیض بخشؒ، پیر محمدؒ یا خضرا شیرازیؒ میں سے کسی نے اپنی تصانیف میں اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے؟ اس طرح کی بہت سارے سوالات کا جواب حاصل کرنے کے بعد ہی اس رسالے کی حیثیت کے بارے میں رائے دی جاسکتی ہے۔ یہاں پر ممکن ہے علم کلام کی ایک بحث کی بھی شاید ضرورت ہو' جو مہدی دوران'، مہدی موعودؑ، اور مہدی آخر زمان' جیسی اصطلاحات میں فرق کی وضاحت کرے۔ کیونکہ یہ علمی باتیں ہیں عوامی باتیں نہیں۔

شاید قارئین کے علم میں ہوگا کہ مخصوص مفادات کیلئے کئی ایسی کتابیں سید محمد نوربخشؒ سے منسوب کی گئی تھیں جو اصل میں نوربخشؒ کی تصنیفات نہیں تھیں۔ ماضی قریب میں ہی ان میں سے ایک رسالے کا اردو ترجمہ بھی مارکیٹ میں آچکا ہے۔ جس کے ذریعے کچھ مخصوص طبقے اپنے عقائد کو سادہ لوح نوربخشیوں پر تھوپنا چاہتے تھے۔ لیکن اس رسالے میں موجود متن کے اصول عقائد کے متن سے تضادات نے اسے خود مسترد کر دیا۔ یوں مستند تاریخی حقائق، معروضی تحقیقات اور خود ایسے نسخوں کے متن کے اندر اور اس متن کا دیگر مسلمہ کتب کے متن سے تضادات کی بنیاد پر ایسی کئی کاوشیں ناکام ہو چکی ہیں۔ اس طرح منسوب کی گئی کتب کے بارے میں تاریخی حقائق بھی سامنے لائے جا چکے ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک اور مثال ایک ضخیم مثنوی ہے جو نوربخشؒ سے منسوب تھی، لیکن اس کے متن میں نوربخشؒ کے دور حیات سے صدی بعد کے حوالہ جات اور تذکرے موجود تھے۔ یوں اس تاریخی تضاد کی روشنی میں اس کی بھی نوربخشؒ کی تصنیف ہونے کو غلط ثابت کیا گیا ہے۔ بقول دکتر محمد رضا برزگر خالقی اور عفت کرباسی یہ مثنوی بنام کشف الحقیقت نورعلیشاہ اصفہانی کی تصنیف ہے، جو جنات الوصال سے مربوط ہے۔ اسی طرح صوفیانہ اخلاقیات کی ایک اور اہم کتاب نجم الہدیٰ بھی میر سید محمد نوربخش سے منسوب تھی، جو جدید تحقیقات کے مطابق سید محمد والہ کی تصنیف ثابت ہوئی ہے۔ رسالۃ الہدیٰ کے حوالے سے بھی ایسے امکانات کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

ماضی قریب میں بلتستان کے ہی ایک عالم نے کئی نوربخشی کتابوں میں دست اندازی کی۔ جس کی بہت ساری مثالیں اور ثبوت موجود ہیں۔ موصوف خود کتابت کرتے تھے اور پرانی تاریخ ڈال کر اپنی تحریف کردہ نسخوں کو قدیم نسخے ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس طرح کے کئی نسخے خود میری نظروں سے گزر چکے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ ایک دوست کی فرمائش پر میں نے خود تین مختلف نسخوں کو سکینر کے ذریعے high resolution سکین کرکے کمپیوٹر سکرین پر zooming کے ذریعے فرق دیکھنے کی کوشش کی تو پتہ چلا کہ صدی سے زائد تاریخی کتابت والے ان نسخوں کی تحریر hand writing ایک جیسی ہے۔

باقی صفحہ نمبر 32 پر

نوربخشیات

سید محمد نوربخشؒ

گزشتہ سے پیوستہ

تحریر فارسی: شیخ علی بو تراب

ترجمہ: غلام حسن حسنو

سید محمد نوربخش علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی میں دو نکتوں کی جانب زیادہ توجہ دی ہے اور اصول و فروع کی بنیاد کو اتحاد بین المسلمین اور صلح جہاں پر استوار کیا ہے۔ مسلک نوربخشیہ کے پیروکار اس پر کاربند ہونے کی بناء پر آج کی دنیائے اسلام میں معتدل ترین لوگ ہیں۔

سید محمد نوربخش علیہ الرحمہ کا تصوف و عرفان:

سید محمد نوربخش علیہ الرحمہ تصوف و عرفان کے مسئلہ وحدت الوجود میں ابن عربی کے نظریات سے متاثر تھے۔ آپ وحدت الوجود کے قائل تھے۔ داؤد الہامی دیوان شاہ نعمت اللہ ولی کے مقدمے سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

ساتویں صدی ہجری میں صدرالدین قونیوی، بعدازاں آٹھویں ہجری میں نعمت اللہ ولی اور پھر سید محمد نوربخش علیہ الرحمہ نے ابن عربی کے طریق تصوف کو جو ایرانی تصوف سے بالکل بے گانہ تھا، ایرانیوں میں رواج دیا۔ شاہ نعمت اللہ ولی نے اسے شیعہ معتقدات کے ساتھ ملا دیا۔ اسی بناء پر نعمت اللہ صوفی فرقہ سب سے پہلا صوفی شیعہ فرقہ بن گیا جو ایران و ہندوستان میں محدود ہے۔ (شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی ص ۱۰، جستجو عرفان اسلامی ص ۱۱۸)

وحدت الوجود اور دوسرے بہت سے عرفانی مسائل جو عرفان کے اصول و قواعد کی بنیادوں کو تشکیل دیتے ہیں، اصول شیعہ کے ساتھ کوئی خاص تفاوت نہیں رکھتے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین آشتیانی مقدمۂ قیصری کے ایک مرحلے میں اس مطلب کی جانب خاص اشارہ فرماتے ہیں اور یہ ان کے کلام کا خلاصہ یا مفہوم ہے۔

دوسری طرف بہت سے منابع دستیاب ہیں کہ اکثر صوفیوں اور صوفی فرقوں کو علماء اور صوفیائے اہل سنت تشکیل دیتے ہیں اور بہت سے صوفیوں نے صوفی بننے کے لیے متعدد شرائط مقرر کر رکھی ہیں۔ جن میں سے ایک ''سنی'' ہونا ہے۔ مثلاً شیخ نجم الدین رازی اپنی کتاب مرصاد العباد میں لکھتے ہیں کہ کسی مرشد کا مرید بننے کے لیے بیس (۲۰) شرائط ہیں۔ ان میں سے از شرائط حتمی سنی بودن است ایک حتمی شرط سنی ہونا ہے۔ (مرصاد العباد ص ۱۴۴) جو بھی ہو فرقہ نوربخشی ایک صوفیانہ طریقہ ہے اور سید محمد نوربخش علیہ الرحمہ ایک وحدت الوجودی صوفی تھے۔ وہ ''ولایت'' کو حضرت آدم اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اقطاب تصوف ایک دوسرے کو انتقال کرنا بیان کرتے ہیں۔ وہ نظریۂ تناسخ کو چھوڑ کر اس کی جگہ ''بروز'' کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ ان کی نظر میں جنین میں روح پھونکنے کی چار ماہ کی مدت معادِ انسانی ہے۔ جو وجود شر کو وجود حقیقی یعنی خدائے تعالیٰ کے ساتھ ملا دیتا ہے۔ (غزلیات نوربخش ص ۱۶۶ نقل از تشیع و تصوف)

شاید اس نظریہ میں ایک عنصر/مادہ موجود ہے۔ جس کے تاثیر کی فلسفہ اشراقی نشاندہی کرتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد علی ابوریان فرض کرتے ہیں لیکن وہ اپنے عقیدے کی کوئی واضح توجیہ نہیں کرتے۔

سید محمد نوربخش علیہ الرحمہ نے ان ابیات میں نظریہ وحدت الوجود کی جانب اشارہ کیا ہے۔

گرھا دیم واگر مہدیم
بہ جنبہ قدم طفلکی مہدم
یکی قطرہ ایم از محیط بس نفوا
خدایا رسانم بہ دریای نور

(ترجمان الاشراقی ص ۴۰۔۳۰ نقل از تشیع و تصوف)

نیز انہوں عشق سے متعلق ایسی گفتگو کی ہے جو ان عربی کے

اشعار میں موجود ہے۔

پیرو آئین عشقم و بہ ہر سو
مرکب عشق رونہد روی کنم
کہ محبت دین وایمان من است

یعنی میں آئین عشق الٰہی کا پیرو ہوں۔ مرکب عشق جس طرف رُخ کرے میں بھی اسی کی طرف جاتا ہوں کیونکہ عشق و محبت میرا دین وایمان ہے۔ (ترجمہ الاشراق ص ۳۹۔۴۰)

انھوں نے اس مسئلہ کے سلبی پہلو کو لے لیا ہے جس کا مشاہدہ درج ذیل دوابیات سے ہو جاتا ہے۔

من ازجملہ خلائق بر کنارم
ازان روزی کہ دیدم روی یارم
زکیش و مذہب و ملت بکلی
میرا گشتہ ام دینی ندارم

(غزلیات نوربخش ص ۷۰ نقل از تشیع وتصوف ص ۳۲۱)

یعنی میں نے جب سے محبوب حقیقی کے چہرے کو دیکھ لیا ہے تب سے مخلوق سے کنارہ کش ہو چکا ہوں۔ مذہب وملت سے کلی طور پر بے گانہ ہو چکا ہوں اور محبوب کے سوا کوئی دین ودھرم نہیں رکھتا۔

ان کا عشق الٰہی میں محو ہو جانا اس حد تک پہنچا ہوا ہے کہ ان کی محبوبیت بھی مضمحل ہے۔ اس حالت میں وہ یہ پوچھ بیٹھتا ہے کہ

من نورنوربخشم یا چکارم

(غزلیات نوربخش ۷۲۔ انقل از تشیع وتصوف ص ۳۲۱)

یعنی میں نورنوربخش ہوں یا کیا ہوں؟

حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام سے متعلق ان کا عقیدہ ایک مستزاد والے قصیدے میں بیان ہوا ہے۔ جس کا مطلع ہے۔

ازمہر علی صبح ولایت کہ دمیدہ است با طالع مسعود
ازمہر تو آن نور بہ اقطاب رسیدہ است تا مظہر موعود

(غزلیات نوربخش ۷۲۔ انقل از تشیع وتصوف ص ۳۲۱)

یعنی طالع مسعود کے ساتھ حب علیؑ کی صبح ولایت طلوع ہو گئی اور نور کا پرتو اقطاب سے ہوتے ہوئے مظہر موعود تک پہنچ گیا ہے۔

بلتستان میں طریقت وافکار نوربخش کی اشاعت:

سید محمد نوربخش علیہ الرحمہ850-840ھ مطابق40-1435ء کے سالوں میں کشمیر سے بلتستان وادر ہوئے۔ انہوں نے سکردو کو اپنے تبلیغی مہم کا مرکز بنایا۔ اس کے بعد وہ خپلو گئے۔ شاہ اعظم حاکم خپلو ان کے ہاتھوں مشرف با اسلام ہوئے اور مسجد چقچن کی بنیاد رکھی۔ وہیں دین اسلام کی ارشاد وتبلیغ میں مشغول ہو گئے۔ پھر وہ سلترو کے راستے یارقند چلے گئے۔ ان کے معتقدین اور مریدین نے خود کو کوئی مسلمان فرقہ کہلانے کی بجائے نوربخشی کہلانا شروع کیا۔ آج بھی سید محمد نوربخش علیہ الرحمہ کے پیروکار نوربخشی کہلاتے ہیں۔

البتہ ایک امر مسلم ہے کہ اہل بلتستان میں دین اسلام پہلی بار حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی علیہ الرحمہ کے توسط سے متعارف ہو چکا تھا۔ انہوں نے ہی خپلو، سکردو اور شگر وغیرہ میں دین اسلام کی تبلیغ کی تھی۔ لیکن مؤلف تاریخ جموں وکشمیر اس بارے میں لکھتے ہیں کہ

''اس واقعے کی تصدیق نہیں ہوتی''۔ (تاریخ جموں ص ۵۶۱)

بہرحال حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی علیہ الرحمہ کے توسط سے بلتستان میں شمع ہدایت روشن ہوئی اور ان کے خلیفہ (بالواسطہ) اور خواہرزادے سید محمد نوربخش علیہ الرحمہ کی کوششوں سے پھیل گیا۔

اس زمانے میں سکردو میں غوطہ چو سنگے، خپلو میں شاہ اعظم کی حکومت تھی۔ سید محمد نوربخش علیہ الرحمہ نے ان سب کو دعوت دے کر حلقہ اسلام میں داخل کیا۔ جس کے نتیجے میں لوگ یکے بعد دیگرے دین اسلام قبول کرنے لگے اور تھوڑی ہی مدت میں تمام دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ (وہی مآخذ ص ۵۹۰)

جن بادشاہوں نے میر سید محمد نوربخش علیہ الرحمہ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ انہوں نے سید محمد نوربخش علیہ الرحمہ کی مساجد اور خانقاہوں کی تاسیس میں مدد کی۔

نوربخشیہ کے اولین مبلغین:

ا۔ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اور واضح ہو چکا ہے کہ بلتستان میں مسلک

نوربخشیہ کا اولین مبلغ کون ہے؟

معلوم ہوا کہ نوربخشیہ کی ترویج واشاعت سید محمد نوربخش علیہ الرحمہ ہی کے توسط سے ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ میر نجم الدین ثاقب علیہ الرحمہ اپنے ایک منظوم تاریخی قطعے میں سید محمد نوربخش علیہ الرحمہ کی یوں تعریف کرتے ہیں:

ازان بعد بعہد عظیم خان ملک
بہ سال دو تاویک یا وسیم
بہ تبت رسید یک ہمای امین
ظفر یافتہ درجہاد عظیم
زانوار عرفان نوربخش بدان
بہ تبت و سافید فیضش عمیم

(تاریخ منظوم قلمی ص ۲۔۱)

یعنی ان (سید علی ہمدانی علیہ الرحمہ) کے بعد بادشاہ عظیم خان کے عہد حکومت سنہ 850ھ میں ایک ہمائے امین آ پہنچا۔ جس نے جہاد عظیم میں کامیابی حاصل کی تھی۔

اسی لیے وہ اجتہاد میں مشہور و معروف ہو گیا۔ اس نے افراط و تفریط کے بجائے راہ مستقیم اختیار کیا۔ انوار عرفان سے اسے نوربخش جان لیں۔ ان سے تبت (بلتستان) کو فیض عام پہنچا۔

البتہ ان کے بعد بھی بہت سے افراد مبلغ کے طور پر بلتستان آئے رہے اور مسلک نوربخشیہ کی اشاعت کرتے رہے۔

۲۔ میر شمس الدین عراقی:

میر شمس الدین عراقی شاہ قاسم فیض بخش علہ الرحمہ کے ہاتھوں تربیت و پرورش یافتہ ہیں۔ انہوں نے فیض بخش علیہ الرحمہ سے علم وعرفان وطریقت کے مدارج کسب کیے۔ یہاں تک کہ وہ مدارج علم وسلوک تک پہنچے اور انہوں نے شمس الدین کا لقب عطا کیا۔ فیض بخش کے دور میں ہرات میں سلسلہ نوربخشیہ نے زبردست اثر ونفوذ ار قابل ملاحظہ اشاعت و پھیلاؤ حاصل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان مرزا حسین والی ہرات نے فیض بخش کو ہرات آنے کی درخواست کی۔ اس طرح والی ہرات کا خاندان فیض بخش کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوا۔

سلطان حسین ان دنوں ایک مہلک مرض میں مبتلا تھا۔ فیض بخش ان کی طبابت پر مامور ہوا۔ سلطان کو ان دنوں جہاں کہیں کسی دوائی یا جڑی بوٹی کی اطلاع ملتی۔ اسی وقت اسے تلاش کر کے حاصل کرتے تھے۔ انہی دنوں انہیں اطلاع ملی کہ کشمیر اور تبت کے پہاڑوں میں ایک نایاب جڑی بوٹی موجود ہے۔ انہوں نے چاہا کہ ان علاقوں میں کسی کو سفیر بنا کر بھیج دے تاکہ اس طرح وہ جڑی بوٹی حاصل ہو جائے۔ سلطان نے اس معاملے کا فیض بخش سے ذکر کیا۔ فیض بخش کو اس کام کی انجام دہی کے لیے میر شمس الدین عراقی سے زیادہ موزون کوئی نظر نہ آیا۔

یوں میر شمس الدین عراقی اپنے مرشد میر قاسم فیض بخش علیہ الرحمہ کے حکم سے سال 888ھ مطابق 84-1483ء میں کشمیر کے سفر پر روانہ ہوئے۔

جن دنوں شمس الدین عراقی علیہ الرحمہ کشمیر آئے۔ ان دنوں کشمیر میں سلطان حسین کی حکومت تھی۔ سلطان حسین شاہ نے ان کے لیے گراں قدر تحائف اور قیمتی خلعت میر عراقی کے ہمراہ روانہ کیا۔ میر عراقی ہری پور اور وہاں سے کشمیر وارد ہوئے اور سلطان کے دربار میں باریاب ہوئے۔

ایک دن سلطان اپنے اعیان واشراف کے ہمراہ کشتی میں سوار ہو کر مرغابیوں کے شکار کے لیے نکلا۔ میر عراقی بھی ہمراہ تھے۔ بادشاہ کو وہیں معلوم ہوا کہ میر عراقی والی ہرات کے سفیر ہونے کے علاوہ ایک ولی اللہ بھی ہیں۔ بادشاہ اور دوسرے کئی اصحاب مثلاً حاجی شمس، حاجی حسن وغیرہ کے استفسار کے جواب میں میر عراقی نے اپنی روحانی نسبت اور وابستگی نوربخشیہ کے ساتھ ہونے اور کشمیر میں آنے کی غرض و غایت بیان کی۔ میر عراقی نے آٹھ سال کی مدت یہاں گزار کر 896ھ میں کشمیر سے خراسان کا قصد کیا۔ کشمیر سے وہ کابل پہنچے۔ وہاں سے فیض بخش علیہ الرحمہ کی خدمت میں عراق (ایران) روانہ ہوئے۔ (......جاری ہے)

طہارت

فضائل و مسائل طہارت

قسط دوئم

مولانا شکور علی انور

اسلام سے قبل صفائی کا تصور:

اسلام سے پہلے عرب انتہائی غلیظ اور متعفن ماحول میں وحشیانہ زندگی گزارتے تھے۔ پاکی وناپاکی کا کوئی تصور نہ تھا۔ صفائی اور دھلائی کا نظام بالکل نہیں تھا۔ لوگ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے، جانوروں کی طرح زندگی گزارتے، ستر پوشی، شرم وحیا نامی کوئی چیز ان کے ہاں نہیں تھی۔ بڑے بڑے شہروں میں رہنے والے اور بڑی بڑی معززقومیں بھی ان تاریکیوں میں گھری ہوئی تھیں۔ عرب قریش ہو یا غیر قریشی ہو، عامی ہو یا سامی۔ سب کے سب جہالتوں کی رنگینیوں پر فخر کرنے والے تھے۔ میل کچیل کی کیا بات؟ مہینوں، سالوں نہاتے نہ تھے۔ جسم، مکان، لباس اور برتنوں کی صفائی کی تعلیم جتنی اسلام کے اندر تفصیل سے ملتی ہے۔ سابقہ ادیان میں بالکل وجود نہ تھا۔ عرب کے بدو دانتوں کی صفائی، لباس وپوشاک کی صفائی، برتنوں اور رہنے سہنے کی جگہوں کی صفائی پر کوئی توجہ نہ دیتے تھے۔ کتوں، خنزیروں کا گوشت کھاتے تھے۔ مال مویشیوں کے ساتھ مل کر ایک ہی برتن میں کھانا کھانے کا رواج عروج پر تھا۔ انسان جنگل کا باسی لگتا تھا۔ تہذیب و تمدن نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ زمانہ جاہلیت انتہائی پستی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

موازنہ تہذیب وتمدن:

انسانی زندگی کے شب و روز کے مشاغل رہنے سہنے، اُٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، بول چال، کھانے پینے، سونے جاگنے، نہانے دھونے جیسے وہ تمام آداب اور عمدہ قواعد اخلاق جو ایک متمدن انسانی زندگی کی علامات ہیں۔ ان کی پابندی سے انسان با ادب با تمیز اور متمدن کہلاتا ہے۔ ان کے بغیر انسان کے وحشی یا متمدن ہونے کا امتیاز کرنا بہت مشکل ہے۔

ان تمام آداب اور عمدہ قواعد اخلاق سے انسان کی اصلیت کی شناخت ہوتی ہے۔ ان جمالیات کی پابندی سے فرد ہر دلعزیز بنتا ہے اور اجتماعی اور معاشرتی معاملات میں خوب صورتی آجاتی ہے اور انسان شائستہ عادات کا حامل بن جاتا ہے لیکن یہ چیزیں عرب کے بدوں میں نایاب تھیں۔ اسلام میں جن انفرادی، اجتماعی اور ملکی سطح پر متمدن اور باوقار عادات اور دل نواز ماحول کو اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس کے اندر ایک عظیم انسان کامل کی پاکیزہ سیرت اور تعلیمات کا عمل دخل ہے۔ اس لیے اسلام وحشی سے وحشی تر قوموں میں اپنی تعلیمات کا اثر نفوذ پیدا کر لیتا ہے۔ وہ قومیں نہایت متمدن، مہذب اور باوقار لگتی ہیں۔ ان کے سب شعبہ ہائے زندگی میں پاک، صاف اور شفاف ماحول کا عنصر نمایاں ہوتا ہے۔

اسلام کی طہارت اور عبادت (نماز) ایسے عوامل ہیں جن کے ذریعے انسانی معاشرے میں اخلاقی، معاشرتی اور تمدنی انقلابات رونما ہوتے ہیں۔ چنانچہ سیرت نگاروں نے لکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے سے اخلاق وتمدن اور معاشرت کی جتنی اصطلاحیں وجود میں آئیں ان کا بڑا حصہ نماز کی بدولت حاصل ہوا۔ اسی کا اثر ہے کہ اسلام نے ایک ایسے بدوی، وحشی اور غیر متمدن ملک کو جس کو پہننے، اوڑھنے کا بھی سلیقہ نہ تھا۔ چند سالوں میں ادب وتہذیب کے اعلیٰ معیار پر پہنچا دیا اور آج بھی اسلام جب افریقہ کے وحشی سے وحشی ملک میں پہنچ جاتا ہے تو وہ کسی بیرونی تعلیم کے بغیر صرف مذہب کے اثر سے مہذب ومتمدن ہو جاتا ہے۔ متمدن قوموں میں جب وہ پہنچ جاتا ہے تو ان کے تخیل کو بلند سے بلند تر، پاکیزہ سے پاکیزہ تر بنا

دیتا ہے۔(سیرت النبی ج ا ص ۱۸۶)

اسلام نے اس طہارت و پاکیزگی کے اصول مقرر کئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تعلیمات سے اس کے حدود متعین فرمائے اور نماز کی درستی کے لیے یہ ضروری قرار دیا کہ انسان کا بدن، اس کے کپڑے اور اس کی نماز پڑھنے کی جگہ نجاستوں اور آلودگیوں سے پاک ہوں۔

عرب چونکہ صحراؤں پر پھیلا ہوا تھا۔ وہاں دریاؤں، چشموں کی قلت تھی۔ پانی کے عدم دستیابی یا کمیابی ان کی صفائی و دھلائی کے لیے رکاوٹ تھی مگر اسلام نے ان تمام مجبوریوں کے تعم البدل احکام وضع کیے اور صفائی دھلائی کے لیے پانی کے استعمال کو ضروری قرار دیا اور حسب ضرورت مسائل کا حل تلاش کیا۔

سنتِ ابراہیمیؑ:

طہارت و پاکیزگی اختیار کرنا اسلام کا صرف ایک حکم ہی نہیں۔ یہ ملت ابراہیمؑ کا طریقہ ہے۔ اس طریقے کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت سے پہلے بھی زندگی گزارتے رہے۔

وضو و غسل کا تصور پہلے بھی موجود تھا جو ملت ابراہیمؑ میں جاری ساری رہا۔ وہ ادیان جو ملت ابراہیمؑ پر ہونے کے دعویدار ہیں۔ منہ ہاتھ دھوتے تھے۔ عبادت سے پہلے وضو کا عمل انجام دیتے تھے۔ لیکن وضو کی شرائط و ارکان کا موجودہ انداز ایک منظم اور کامل طریقہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہے۔ وضو انبیاء علیہم السلام کا عمل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایک بار بھی پانی استعمال کرتے ہوئے وضو کیا اور فرمایا۔ اس کے بغیر نماز قبول ہوتی ہی نہیں۔ پھر دو دو بار اعضاء کو دھویا اور فرمایا۔ جو شخص اس طرح وضو کرتا ہے۔ اس کو دہرا اجر ملتا ہے۔ جب آپ نے تین تین بار اعضاء کو دھوتے ہوئے وضو مکمل کیا۔ پھر فرمایا۔ وضو کا یہ طریقہ ہی مجھ سے پہلے انبیا کا طریق ہے اور خصوصیت سے یہی طریق اللہ تعالی کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔(بحوالہ دارقطنی تعلیمات غزالی ص ۹۸)

اگر چہ مفسرین نے عموماً کپڑے کی طہارت سے دل کی طہارت اور ناپاکی سے بت پرستی مراد لی ہے۔ تاہم اس سے ظاہری طہارت اور پاکیزگی کی اہمیت کا اندازہ بھی ہوسکتا ہے۔

نماز سے پہلے وضو کرنا فرض ہے۔ اس فرضیت کا ثبوت ابتداء اسلام سے ہی مستحق ہے۔ تاریخ سیر اور بعض روایات حدیث میں ہے کہ وضو کا طریقہ آغاز وحی ہی میں حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سکھایا تھا۔ حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ ہجرت سے پہلے بھی وضو فرماتے تھے۔ (فتح الباری جلد اص ۲۰۵ سے سیرت النبی جلد ۲ ص ۱۳۴)

چنانچہ خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

ترجمہ: مجھے آسان ملت ابراہیم پر مبعوث کیا گیا ہے جو میری سنت کی مخالفت کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہوگا۔ (نہج الفصاحہ ص ۱۰۹۲)

تاہم مفسرین کا بالاتفاق فیصلہ ہے کہ وضو کے احکام والی آیت مدینہ منورہ میں ہی نازل ہوئی۔ (۔۔۔جاری ہے)

مدرسۃ المظہر الاسلام صوفیہ نوربخشیہ حسن آباد چھوربٹ

بچت سال 2010

چندہ جات نوجوانان حسن آباد، اسلام آباد اور دیگر جگہوں سے	97,340/-
سال 07,08,09 کے بچت	85,440/-
مدرسہ کے خصوصی عطیہ	5,000/-
سال کے دوران اخراجات	(35,885/-)
سال کے دوران مسافر خانے کے لیے دیا	(48,670/-)
سال کے دوران گاؤں میں بچت	26,156/-
کل بچت سال 2010	**1,29,381/-**

نوٹ: آپ تمام دینی بہن بھائیوں سے بھی تعاون کی اپیل ہے۔ شکریہ۔(صدر صوفی علی)

رپورٹر: محمد عبداللہ خان

دامان خیال

اسلام میں صلح کی اہمیت و فضیلت

سید شہاب الدین تھگسوی

ارشاد خداوندی ہے۔

انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون ط

بے شک ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں پس تم اپنے دو بھائیوں میں صلح کروا دیا کرو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اللہ رب العزت نے ہر چیز کو اپنے زبردست علم و قدرت کے ساتھ پوری حکمت و آہنگ سے بنایا اور جو بنایا لاجواب بنایا۔ جو نقش و روپ جس کو دیا۔ اس سے بہتر اور مناسب تر کا امکان نہ تھا۔ انسان کو لے لیں، رنگ و روپ، قد و قامت، ذہنی و جسمانی صلاحیتیں اور شکل و شباہت میں ہر انسان دوسرے سے الگ خصوصیات کا حامل ہے۔ دراصل یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کی بڑی دلیل ہے۔ جب ہر چیز میں جدت ہے اور اختلاف ہے تو انسانی طبیعتیں اس قانون فطرت سے کیسے الگ تھلگ رہ سکتی ہیں۔ ضرور ان میں بھی تنوع ہونا چاہیے اور یہ موجود ہے۔

انسانوں کا مل جل کر رہنا اور مسائل و ضروریات زندگی کا ایک دوسرے سے متعلق ہونا انسانی معاشرے کی بنیاد ہے۔ ہر شخص زندگی گزارنے میں دوسرے کے تعاون کا محتاج ہے اور کامیاب انسانی معاشرہ وہی ہے جس میں بسنے والے لوگ باہم تعاون، پیار اور ہمدردی و ایثار کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ یہ تعاون و تناصر تمام انسانوں کی ضرورت اور اسلامی صفت ہے۔

جھگڑے کیوں پیدا ہوتے ہیں؟

شیطان اور شیطانی قوتیں انسانی فوز وفلاح سے ہمیشہ برسرپیکار ہیں اور صلح و آشتی کا نام لے کر اکثر فساد برپا کرتی ہیں۔ آدم علیہ السلام و ابلیس کے درمیان روز اول سے دشمنی چلی آرہی ہے۔ ابلیس نے آدم علیہ السلام اور اولاد آدم علیہ السلام کے خلاف پہلے دن سے اعلان جنگ کر رکھا ہے اور اس کے لیے اس نے اللہ تعالیٰ سے قیامت تک مہلت لے رکھی ہے۔ وہ اپنے مشن سے کسی لمحہ غافل نہیں۔ سینوں میں کدورتیں بھرنا، کینہ وحسد کے جراثیم پھیلانا اور مختلف ذرائع سے ان کی نشوونما کرنا، افراد کو اقوام سے لڑانا، اعلیٰ اخلاقی قدروں کو پامال کرنا، انسانی خون بہانا، عزتوں اور حرمتوں کو پامال کرنا، انسانی معاشرے میں امن و امان کی جگہ فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانا، فطرت انسانی جس کی بنیاد صلح و صفائی اور محبت و مودت پر رکھی گئی ہے۔ اس کے خلاف نفرت، بغاوت، حسد و رقابت کی فضاء پیدا کرنا ابلیسی مشن ہے۔ خودغرضی، حسد، تکبر، کینہ و عداوت کے اثرات ہمارے معاشرے میں اس حد تک پھیل چکے ہیں کہ انسانی اور روحانی رشتے بھی دم توڑتے جا رہے ہیں۔ ایک ہی فقہ کے ماننے والے، ایک ہی عقائد رکھنے والے، ایک ہی مسجد، ایک ہی صف میں، ایک ہی امام کے پیچھے جھکنے والے ان کے درمیان موجود پاک پاکیزہ روحانی رشتہ چند خودغرض اور شیطان صفت لوگوں کی وجہ سے ہمارے ہاتھوں سے نکلتا جا رہا ہے۔

بھائیو! اب وہ وقت گزر گیا۔ جس وقت ہمیں علمی اور مالی فقدان کی وجہ سے بیرونی خطرات تھے۔ اب الحمدللہ ہمارے اپنے مدارس چل رہے ہیں۔ تمام بڑے شہروں میں جمعہ و جماعت قائم ہو چکی ہیں، ذکر و اذکار کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے تمام نظریاتی اختلافات بالائے طاق رکھ کر اتفاق و اتحاد سے اس مشن کو آگے بڑھانا ہے۔ اس وقت ہمیں مزید اس آگ کو بھڑکانے کے بجائے اس کو مکمل بجھانا ہے۔ اس کے لیے ہم سب کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ وہ لوگ جو اس پاک رشتے کو ختم کرنے کے لیے اور اس پاک مسلک کو ڈھال بنا کر عزت و شہرت حاصل کرنے کے

لیے دن رات کوشاں ہے۔ ان کے مذموم ارادوں کو خاک میں ملانا ہو گا۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم کیوں شیطانی سازشوں کا شکار ہوں۔ ہم کیوں اس کے پیچھے چلیں؟ ہم کیوں آپس میں کینہ، حسد اور عداوتیں رکھیں؟ ہم ان بیماریوں کو کیوں اپنے اوپر مسلط کریں۔ اللہ رب العزت کیسی پیار بھری نصیحت ہمیں دے رہا ہے۔

ترجمہ: ایمان والے تو بس بھائی بھائی ہیں۔ تم اپنے دو بھائیوں میں صلح کروا دیا کرو۔

بھائیوں میں اختلاف ہو جانا عین ممکن ہے، لڑائی بھی ہو سکتی ہے مگر دوسروں کا فرض ہے کہ خاموش تماشائی نہ بنیں۔ نہ اس لڑائی سے لاتعلق رہیں نہ معلوم یہ آگ کہاں تک پہنچ جائے۔ قبل اس کے کہ اس کے شعلے پورے معاشرے کو اپنے لپیٹ میں لے لیں۔ انھیں اپنی تمام تر جسمانی و ذہنی صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے اس آگ کو پیار، محبت، خلوص اور ہمدردی کے ٹھنڈے چھینٹوں سے ہمیشہ ہمیشہ لے لیے بجھانا ہوگا۔ کبھی کبھی غلط فہمیوں کی بنا پر سنی سنائی باتوں کی وجہ سے دو بھائیوں میں شیطانی عناصر پھوٹ ڈال دیتے ہیں۔ اللہ تعالی نے آپ کو ایمان وعقل کی روشنی دی ہے۔ آپ تحقیق کیے بغیر اپنے کسی بھائی کے متعلق بدگمانی کرنے سے پہلے دیکھیں، کہیں آپ خود غلطی کا ارتکاب تو نہیں کر رہے ہیں۔ کہیں بعد میں آپ کو اپنے کیے پر ندامت نہ اٹھانی پڑے۔ رب کریم فرماتا ہے۔ ترجمہ: ''ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو، کہیں نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔''

آج کل ہم اکثر سنی سنائی باتوں پر یقین کر کے اپنوں سے بگاڑ لیتے ہیں۔ دوستیاں، رشتہ داریاں بے بنیاد اطلاعات پر قربان کر دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اپنوں سے بھی کٹ جاتے ہیں اور دوسروں کی نگاہ میں بھی ہمارا اعتبار ختم ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔ ترجمہ: ''اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کروا دیا کرو پھر اگر ان میں سے ایک جماعت (گروہ) دوسری پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والی جماعت سے لڑو۔ اس وقت تک کہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان میں انصاف سے صلح کرو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔''

ہمارا قصور:

یہ ہے کہ ہم ظالم مظلوم کو ایک سطح پر رکھتے اور پھر ان میں صلح وصفائی پر زور دیتے ہیں۔ حالانکہ صلح کی کوششوں میں عدل و انصاف بنیادی شرط ہے۔ ظلم و دباو کے نتیجے میں ہونے والی صلح، صلح نہیں منافقت ہے۔ اور یہ چنگاری کسی بھی وقت امن و آشتی کی فضا کو خراب کر سکتی ہے۔ ظالم کو ظلم کی سزا اور غاصب سے غصب شدہ حق واپس دلواؤ اور اب صلح کراؤ۔ یہ صلح پائیدار ہوگی۔ کتا کنویں میں رکھ کر ڈول نکالنے سے پانی پاک نہیں ہوگا۔ ہمارے ہاں اکثر دوریاں بدگمانیوں سے جنم لیتی ہیں۔ جن کی سرے سے کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔ بارہا تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ سگے بھائی، سگی مائیں، بہن، رشتہ دار اور ہمسایہ سالہا سال تک ایک دوسرے سے لاتعلق ہیں۔ میل ملاپ تو دور کی بات۔ سلام کلام تک ختم ہو گیا اور تحقیق کی گئی تو بدگمانی کے سوا کچھ نہیں ملا۔

سلام ومُصافحہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب اللہ نے آدمؑ کو پیدا فرمایا اور ان میں روح پھونکی۔ ان کو چھینک آئی۔ جس پر انہوں نے فرمایا۔ الحمدللہ۔ اللہ کے حکم سے اس کی حمد ثناء فرمائی۔ پروردگار نے فرمایا۔ آدمؑ اللہ آپؑ پر رحم فرمائے۔ فرشتوں کے اس برگزیدہ گروہ کے پاس جا کر انہیں سلام کہیں۔ آپؑ نے ان کو سلام کہا۔ انہوں نے جواب دیا۔ علیک السلام ورحمۃ اللہ۔ آپؑ پر سلام اور اللہ کی رحمت۔ پھر اپنے رب کے پاس لوٹے تو اللہ نے فرمایا۔ یہ ہے آپ کا اور آپ کی اولاد کا آپس میں سلام۔ حضور پرنورؐ ایک اور جگہ پر ارشاد فرماتا ہے۔ تم ایمان کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہو سکتے اور آپس میں محبت کیے بغیر ایماندار نہیں ہو سکتے۔ کیا تمھیں ایسی چیز نہ بتاؤں؟ جسے اپنا کر تم آپس میں محبت کرنے لگو۔ آپس میں سلام پھیلاؤ۔

اسی لیے آقائے نامدار رسول خداؐ بچوں کے پاس سے

گزرتے تو ان کو سلام کیا کرتے۔ آپ نے فرمایا۔ جب بھی دو مسلمان آپس میں ملاقات کریں، پھر مصافحہ کریں تو جدا ہونے سے پہلے ہی ان کی بخشش کر دی جاتی ہے۔

ہمارا عمل:

ہر مسلمان کو اپنے رب اور رسولؐ کے ان احکامات و ہدایات پر غور کرنا چاہیے اور پھر ہم میں سے ہر شخص اپنے گریبان میں جھانکے۔ عوام تو الگ رہے۔ علم عرفان کے بڑے بڑے مدعی سلام کرنے میں اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں۔ دوسرے پیدا ہوئے ہیں ہمیں سلام کرنے کے لیے اور ہمارا کام ہے سر ہلانا۔ ہم کسی کو سلام کرنے میں اپنی کسر شان سمجھتے ہیں۔ خود بھی اس کی برکتوں سے محروم رہتے ہیں اور اپنی آنے والی نسلوں کے لیے بھی ایک بُری روایت قائم کرتے ہیں۔ جبکہ سرکار دو عالمؐ چھوٹے بچوں کو بھی سلام کرنے میں پہل فرماتے۔ ایک وہ عظیم ترین ہستی جو بچوں، بڑوں سب کو بلا تفریق خود سلام کریں اور ایک ہم ہیں کہ کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی تکبر و غرور کے پتلے بنے ہوئے ہیں۔ احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ "آپؐ نے فرمایا۔ چھوٹا بڑے کو، گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو اور کم زیادہ کو سلام کریں۔"

عرض حال:

رسول اللہؐ کے صدقے میں اس کی امت کو خصوصی نوازشات سے سرفراز فرمایا گیا ہے۔ لیلۃ القدر، لیلۃ البرات، ماہ ربیع الاول، ذوالحجہ، محرم الحرام اور شعبان و رمضان کی بے پایاں برکتیں۔ اس امت کی عمریں مختصر تھیں۔ نیکیاں کمانے کا وقت کم تھا لیکن اس کا ازالہ ان با برکت مہینوں، سعادت آغوش راتوں، باکرامت دنوں اور نورانی ساعتوں سے کر دیا گیا۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ ان نورانی ہدایات پر بار بار غور کریں۔ سینوں کو کدورتوں سے صاف کریں۔ چند روزہ زندگی کو دشمنیوں، حسد و چپقلش، غلط فہمیوں اور رنجشوں میں ضائع نہ کریں۔ آئینہ دل پر جمے ہوئے زنگ اور کدورتوں کو کھرچیں۔ دل و دماغ میں وسعت پیدا کریں۔ دل دکھانے اور ستانے کے اسباب ختم کریں۔ ٹوٹے زخمی دلوں پر نمک کی نہیں مرہم کی ضرورت ہے۔ اس کا اہتمام کریں۔ بہتے آنسوؤں اور اُٹھتی آہوں کے تماشے تو بہت دیکھے۔ اب اس کی جگہ کھلتی مسکراہٹوں اور لذیذ نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کا انتظام کریں۔ بھائیو! انھیں وقت ضائع نہ کریں۔ ایک دوسرے کے لیے محبت کے بازو کھول دیں۔ روٹھے ہوؤں کو منا کر ملا دیں تاکہ اس پاک مسلک کی آبیاری ہو سکے۔ اس کی چمن میں پھر بہار آئے۔ مبلغ اسلام علی ثانی حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی علیہ الرحمہ اور غوث المتاخرین شاہ سید محمد نوربخش علیہ الرحمہ کی تعلیمات اور مشن کو گھر گھر تک پہنچایا جا سکے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمارے درمیان بھائی چارگی اور اتحاد و اتفاق کی فضا قائم فرما اور اس پاک سلسلے کی ترقی کے لیے دن رات کوشاں رہنے کی توفیق عطا فرما۔

وصولیات نمائندوں اور قارئین سے شمارہ ۱۰۷ تک

نمبر	نام نمائندہ و قاری	رقم
۱	غلام مہدی نمائندہ سکردو	6,000/-
۲	اکبر ابدالی گلاب پور شگر	500/-
۳	حاجی محمد شاہد مستقل خریدار	300/-
۴	اسلام آباد مسجد سے شمارہ ۱۰۶ اور ۱۰۷	2,720/-
۵	بوا حسین، حاجی سودے گلشن کبیر	800/-
۶	ثناء اللہ برہوی نمائندہ لاہور	1,100/-
۷	محمد خان ریٹائرڈ صوبیدار	420/-
۸	شاہ سید ہاسٹل راولپنڈی سے	3,900/-
۹	نامعلوم شخص	100/-
۱۰	نجم الدین نمائندہ کراچی (اکاؤنٹ میں جمع کیا)	5,500/-

نوٹ: ضلع گنگ چھے کے قارئین متوجہ ہوں۔ آئندہ سے نوائے صوفیہ کے چندہ جات و فروخت شدہ کاپیوں کے رقوم چیف بیورو نوائے صوفیہ ضلع گنگ چھے جناب شمیم رضا گنگی صاحب کے پاس جمع کرائیں۔

شکریہ۔ رابطہ نمبر 05816450328, 03555603638

افکار نو کے پرچم

حفظ قرآن کی اہمیت و ضرورت

مولانا غلام رسول حقانی

تمام تعریفیں اس ذات بابرکت کے لیے جو اس جہاں کا پالنے والا ہے۔ اصل رازق بھی وہی ہے اور اصل مالک بھی وہی ہے۔ اس کے احاطہ قدرت وعلم سے کچھ بھی باہر نہیں۔ تمام اعمال وحرکات اسی کی مرضی کے مطابق ہیں۔ وہ چاہے تو کسی کا نہ چاہنا اس کی چاہت کو روک نہیں سکتا۔ اگر وہ نہ چاہے تو کسی کا چاہنا بھی عبث شمار ہوگا اور بات اس دعا کے مطابق بھی ہے۔

اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا راد لما قضیت ولا ینفع ذالجد منک الجدo

اب ہم نے اللہ کے سامنے اپنی مرضی نہیں چلانی جو رب حکم دے۔ اسی کو عمل میں لانا ہے اور پوری دنیا کی مشکل کشائی چھوڑ کر اسی کو رب العالمین اور مشکل کشا ماننا ہے۔ خود بھی سوچنا ہے اور اپنی اولاد کو بھی اسی چیز کی تربیت دینا ہے۔

اسی تربیت میں ایک اہم حصہ قرآن کریم کا حفظ کرنا اور کرانا ہے۔ جس کے فقدان کی وجہ سے ہم دوسرے اقوام سے پیچھے ہیں۔ اس لیے حدیث مبارکہ میں ارشاد نبویؐ ہے۔ خیر کم من تعلم القرآن و علمه (رواہ البخاری)۔ تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔ اشراف امتی حملة القرآن و اصحاب اللیل۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)۔ کہ میری امت کے شریف لوگ وہ ہیں جو قرآن کے حاملین ہیں اور رات کو بیدار رہنے والے ہیں۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ دنیا کے مال و دولت اور عزت کی کوئی حقیقت نہیں۔ اصل چیز علم دین کا حاصل کرنا ہے اور قرآن کی تعلیم دنیا وما فیھا سے بہتر ہے۔ حضرت ابوسعید حذریؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں جس شخص کو قرآن میرے ذکر سے اور مجھ سے سوال کرنے سے مشغول کرے۔ میں اس کو سوال کرنے والوں سے زیادہ عطا کروں گا اور کلام اللہ کی فضیلت دوسرے سارے کاموں پر ایسی ہے جیسی اللہ کی فضیلت تمام مخلوق پر ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس شخص کے دل میں قرآن کا کچھ حصہ بھی نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے (ترمذی)

اب انسان تمام باتوں کو مدِنظر رکھ کر دیکھے کہ قرآن کو سیکھنے میں کتنی بڑی فضیلت ہے مگر ہم نے ان فضائل کو پس پشت ڈال کر سکول اور کالج کی تعلیم کو اہمیت دی ہے۔ کسی مدرسہ کی طرف یا قرآن کی تعلیم کی طرف لوگوں کی توجہ کم جاتی ہے اور ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ اس دنیوی تعلیم کے حصول میں ہی ہماری کامیابی ہے اور دینی علوم کے سیکھنے میں نہیں۔ لیکن یاد رکھو! عظمت قرآن کے سامنے باقی علوم وفنون کی کوئی حیثیت نہیں۔ قرآن کا معجزہ ہونا یہ ایک مسلم بات ہے اور ایک معجزہ یہ ہے جو ہر مسلم اور غیر مسلم اور ہر دوست اور دشمن کے سامنے ہے اور وہ یہ کہ چھوٹے چھوٹے بچے، جوان اور بڑی عمر کے لوگ اس کو یاد کر لیتے ہیں اور یہ بات بھی ہے کہ قرآن کریم صرف ذہین وفطین افراد کو ہی یاد نہیں ہوتا بلکہ ہر اس شخص کے سینے میں اتر جاتا ہے جو اس کو حاصل کرنے میں دل سے محنت کرے اور اس کی تگ و دو میں لگا رہے۔ بڑے بڑے ذہین اور حافظے کی قوت رکھنے والے اپنی زبان میں لکھی ہوئی کتاب کے پچاس صفحے بھی یاد نہیں کر سکتے اور روزانہ تھوڑا وقت لگانے سے قرآن مجید کند ذہن والوں کو بھی یاد ہوجاتا ہے جو اپنی زبان میں بھی نہیں۔ جب تک اللہ کو منظور ہے کہ قرآن دنیا میں ہے اس کو یاد کرنے والے رہیں گے مگر ہماری بدقسمتی کہ ہم نے قرآن کی عظمت کو دل میں نہیں اتارا۔ صرف اس کو ضرورت کے موقع

پر ختم شریف تک محدود رکھا اور طاقوں میں سجانے کے سوا کچھ کام نہیں لیا اگر کسی سے یہ کہا جائے کہ اپنے بچے کو قرآن فہمی کی طرف بھیج دو تو جواب ملے گا کہ ہم نے سکول اور کالج کی تعلیم سے آراستہ کرنا ہے۔ قرآن کریم کو صرف ناظرہ تک رکھنا ہے اور حفظ کا کام تو صرف ملاؤں کا ہے ہمارا نہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے قرآن مجید پڑھا اور اس کو خوب یاد کر لیا اور اس کے حلال کو حلال رکھا اور اس کے حرام کو حرام رکھا تو خدا تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا اور اس کے گھر والوں میں سے ایسے دس لوگوں کے بارے میں اس کی سفارش کرے گا۔ جن کے لیے دوزخ میں جانا واجب ہو چکا ہوگا۔ جو بچہ حفظ کر لیتا ہے اس کی قوت حافظہ اور سمجھ میں بہت اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ آئندہ جو بھی تعلیم حاصل کرے۔ ہمیشہ اپنے ساتھیوں سے آگے رہتا ہے۔ قرآن کی برکت سے انسان دنیا و آخرت میں ترقی کر لیتا ہے۔ افسوس ہے کہ لوگوں نے قرآن کو سمجھا ہی نہیں۔ کوئی قرآن کی طرف بڑھے تو اس کی برکات کا پتا چلے۔ بہت سے جاہل کہتے ہیں کہ طوطے کی طرح رٹنے سے کیا فائدہ۔ یہ لوگ روپے پیسے کو فائدہ سمجھتے ہیں۔ ہر حرف پر دس نیکیاں ملنا جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد نبویؐ ہے کہ جو شخص کتاب اللہ سے ایک حرف پڑھے تو اس کے لیے اس حرف کے بدلے ایک نیکی ملے گی اور ہر نیکی دس نیکیوں کے برابر لکھی جاتی ہے۔ پھر فرمایا۔ میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ الف ایک حرف ہے۔ لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے (ترمذی)۔ اگر کسی نے لفظ الحمد کہا تو اس کے کہنے سے پچاس نیکیاں مل جائیں گی کیونکہ اس میں پانچ حروف ہیں۔

اب ہم ان تمام فضائل کو چھوڑ کر دنیا کے پیچھے کیوں جاتے ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ صرف اس کا فائدہ موت تک ہے۔ جبکہ دینی علوم سے مزین شخص موت کے بعد بھی فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے بچوں کو کم از کم حفظ قرآن کی طرف متوجہ کرائیں تا کہ وہ اپنی آخرت کے لیے نجات کا ذریعہ بنیں اور دوسروں کے لیے بھی باعث نجات ہوں۔ کیونکہ بہترین اولاد وہی ہے جو اپنے والدین کے لیے صدقہ جاریہ ہو۔ میرا مقصد نیوی تعلیم سے نفرت نہیں بلکہ یہ ایک ضرورت ہے اور اصلی ضرورت جو آخرت میں بھی کام آئے وہ ہے اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنا۔ اس لیے خدارا آخرت کی فکر کریں۔ صرف دنیا کے پیچھے نہ لگے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❁ ☆ ✿ ☆ ❁

بقیہ: عرفان صادق

فان النبي أمر بالسواك في ظاهر الاسنان و ارد هذا المعنى من أناخ تفكره على باب عتبة العبرة في استخراج مثل هذه الامثال في الاصل والفرع: فتح الله له عيون الحكمة و المزيد من فضله، والله لا يضيع أجر المحسنين۔

ترجمہ:

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل کو پاک اور صاف پیدا فرمایا اور ذکر، فکر، ہیبت اور تعظیم کو اس کی غذا قرار دیا۔ جب یہ دل غفلت اور کدورت سے تاریک اور آلودہ ہو جائے تو چاہیے کہ اسے توبہ کے صیقل اور توجہ کے پانی سے دوبارہ پاک و صاف بنائے تا کہ وہ اپنی اصل حالت پر واپس آئے اور اس کا اصل جوہر نمایاں ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: 'بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک وصاف رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔' اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: 'میں نے مسواک کو تم پر لازم قرار دیا ہے۔' چنانچہ حضورؐ نے مسواک سے دانتوں کی ظاہری صفائی کے علاوہ قلب کی باطنی صفائی کا بھی حکم فرمایا ہے۔ جب کوئی ان مثالوں اور ظاہری آداب میں غور وفکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ حکمت و معرفت کے دروازے اس کے لیے کھول دیتا ہے اور اپنے فضل و کرم میں اضافہ فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔

❁ ☆ ✿ ☆ ❁

افکار نو کے پرچم

ہمارے اعمال اور ان کے اثرات

عرفان علی شاہ سید ہاسٹل راولپنڈی

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی ذات دانائے نہاں و آشکار ہے سب سے بزرگ اور عالی مرتبہ والا ہے۔

اسی آیت مبارکہ سے اللہ رب العزت کی ایک اہم صفت واضح ہوگئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ ذات سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس سے کچھ بھی پردے میں نہیں رکھ سکتا۔ وہ کائنات کا مالک ہے اور پوشیدہ اور چھپی ہوئی چیزوں کو جاننے والا ہے۔ پس یہ بات واضح ہوگی کہ چیزوں کو دکھانا یا نمود و نمائش کرنا، ظاہری شان و شوکت کے عزائم رکھنا، اپنی غلطیوں کو چھپانا اور نیکی کے کام کو دکھاوے کی چیز بنانا انسان کی سب سے بڑی غلطی ہے۔ اکثر ہمارے معاشرے میں یہ دیکھنے میں آیا ہے بلکہ انسانی فطرت ہی میں یہ چیز شامل ہے کہ وہ نیکی کے کام عام لوگوں کے درمیان کھلم کھلا کرتے ہیں۔ ساتھ ساتھ جب برائی یا غلطی سرزد ہونے کا امکان ہو تو لوگوں سے چھپ کر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا مقصد یہی ہوگا کہ لوگوں کو ان کی نیکی اور پارسائی کے چرچے ہوں اور جب برے کام کرے تو چھپانے کو مقصد اہل دنیا پر ان کا بھرم قائم رہے اور دلی برائیوں، نفرتوں اور حسد کے باوجود سب کی نظروں میں اچھے، نیکوکار اور عبادت گزار بن کہلائیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں انسان سب سے بڑی غلطی کر جاتا ہے۔ ہم دنیا والوں کی آنکھوں میں تو دھول جھونک دیتے ہیں لیکن خالق کائنات کی نظر سے نہیں چھپ سکتے۔ لہٰذا مذکورہ آیت سے یہ صاف ظاہر ہوا کہ اللہ رب العزت سے ہم چھپ نہیں سکتے اور نہ کوئی چیز چھپ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور بڑا رحم و کرم والا ہے، دکھاوے کی نیکی اور اعمال کی اللہ تعالیٰ کو ضرورت ہے نہ وہ اس چیز کا محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ تو صرف انسانوں کو آزمانا چاہتے ہیں اور خلوص کو دیکھنا پسند فرماتا ہے۔

جس عمل اور نیکی میں خلوص نہیں۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ خلوص اور تقویٰ کی مثال اسلام کے ابتدائی ایام میں حضرت بلال حبشیؓ کی ہے۔ آپؓ کی زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ عمل ہے۔ ہماری بھی یہی عادت ہونی چاہیے کہ نیکی کے کام اور اعمال عام لوگوں سے چھپ کر سرانجام دیں اور اپنی نیکی اور اعمال کی تشہیر نہ کریں تاکہ ہماری نیک اور اچھے اعمال و عبادات کی خوشبو ختم نہ ہو جائے۔ مثلاً روزہ ایک بہترین عمل ہے جو کہ دوسروں پر ظاہر نہ ہونے والے اعمال میں سے ایک ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ روزہ کو سب سے زیادہ پسند فرماتا ہے اور ارشاد ہوا۔ ''روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔''

ہم نیکی کے کام اور اچھے اعمال و عبادات اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ ہمارا مقصد ہی اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے تو پھر اس کو دوسروں کو دکھانے کی، اپنے اعمال کو ہتھیار بنانے کی، معاشرے میں دوسروں پر حاوی ہونے کی اور معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ نتیجتاً عبادت کا مفہوم ضد میں بدل جاتا ہے اور اس سے اخلاقیات، ثقافت، تہذیب، ادب اور نفسیات سمیت معاشرے کی ہر چیز متاثر ہوتی ہے۔ اسی لیے علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے۔

رہ گئی رسم اذاں روح بلالیؓ نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے اوپر عائد شدہ اعمال کو خالص اللہ کو حاضر و ناظر جان کر اور بغیر کسی نمود و نمائش کے سرانجام دینے اور انسانیت کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

سائنس کی دنیا

معجزہ شق القمر کا سائنسی تحقیق

ترتیب و تحقیق: ثناء اللہ براہوی، لاہور

مصر کے بہت بڑے معاصر سائنسدان اور علم الارض کے ماہر ڈاکٹر غلول غبار کی کتاب ''الاعجاز العلمی فی السنۃ النبویہ'' جس میں انہوں نے معجزہ شق القمر کا بیان سائنس کے حوالے سے کچھ یوں کیا ہے۔ کہ میں ایک مرتبہ Cardef University برطانیہ کے میڈیکل کے شعبہ میں بحیثیت لیکچرار مدعو کیا گیا۔ دوران لیکچر ایک مسلمان نے سوال کیا کہ سورہ قمر کی ابتدائی آیت کی سائنسی تشریح کیا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ واقعہ ایک حسی معجزہ ہے۔ یہ نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت عطا کیا جب کفار قریش آپ کی نبوت کا انکار کر رہے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ دے کر آپ کی تائید وتوثیق کی۔ معجزے کا تعلق خرق عادت سے ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا دنیوی اعتبار سے اس کی تشریح ممکن نہیں۔ ساتھ ہی برطانوی شخص کھڑا تھا اور کہا کہ میرا نام موسیٰ بید کوک ہے اور میں برطانوی اسلامی تنظیموں کا سربراہ ہوں۔ یہی سورہ القمر میرے اسلام کا سبب بنا ہے۔ اس نے مزید کہا کہ میں نے جب سورہ قمر کی ابتدائی آیات پڑھی تو یہ ماننا بڑا دشوار تھا کہ چاند کے بھی کبھی دو حصے ہوئے ہیں۔ اور پھر آپس میں مل گئے۔ میں نے قرآن بند کی اور دوبارہ پڑھنے کی کوشش نہیں کی۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا کہ ایک مرتبہ ٹیلی ویژن پر بی بی سی پروگرام دیکھ رہا تھا جس میں تین امریکن خلائی سائنسدانوں کو مدعو کیا ہوا تھا۔ میزبان نے سائنسدانوں سے خلائی سفر کا مقصد پوچھا جس پر لاکھوں کروڑوں خرچ کرتے ہیں جبکہ زمین پر ہزاروں افراد بھوک، پیاس، بیماری، جہالت اور پسماندگی کے شکار ہیں۔ تینوں سائنس دان پر زور طریقے سے اپنا دفاع کر رہے تھے کہ یہ کوئی فضول خرچی نہیں بلکہ عنقریب اس کی مدد سے کچھ ایسی سہولتیں پیدا کی جاسکتی ہیں جس سے زراعت وصنعت کے مراحل میں ترقی ممکن ہو سکے گی۔ ہم نے کچھ حیرت انگیز انکشافات بھی دیکھے ہیں۔ کہ چاند پر ہمیں کچھ ایسی چیزیں ملی ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں چاند دو حصوں میں بٹ گیا تھا اور پھر اس کے دونوں ٹکڑے آپس میں مل گئے۔ یہ سن کر میں اچھل پڑا اور میرے دل نے کہا کہ یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے۔ جو آج سے چودہ سو سال پہلے ظاہر ہوا تھا۔ جس کی تفصیل قرآن نے بڑے زبردست انداز میں بیان کی ہے۔ اور میں نے دوبارہ قرآن پڑھنا شروع کیا اور تحقیق کرنا شروع کی اور اس طرح میں مسلمان ہوا ہوں۔ اس طرح سورہ قمر کی ہی آیتیں میرے اسلام لانے کا سبب بنیں۔ (ماہنامہ معراج انسانیت لاہور، نومبر ۲۰۰۶، ص ۴۸)

قرآن کی حقانیت:

میونخ یونیورسٹی جرمنی نے 1983 میں ایک ادارہ قرآن مجید کی تحقیق کے لیے قائم کیا۔ ڈاکٹر پریکشل اس ادارے کے تیسرے ڈائریکٹر تھے۔ ان سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم کی ملاقات ہوئی۔ اس ادارے نے قرآن کریم کے قدیم ترین تمام نسخے دنیا بھر سے اکٹھے کیے۔ کوئی ایک سال پہلے کے کوئی دو سو سال پہلے کوئی تین سو سال پہلے الغرض دنیا بھر کے عجائب گھروں، لائبریریوں سے جتنے بھی قرآن پاک کے نسخے قلمی، چھاپی، بصورت فوٹو کاپی ملے جمع کر لیا۔ بقول ڈاکٹر پریکشل انہوں نے بیالیس ہزار نسخے جمع کیے۔ علماء ومحققین کی ایک بڑی تعداد کو ان نسخوں پر تحقیق کرنے کو بٹھایا۔ انہوں نے طویل عرصہ تک جمع شدہ نسخوں کا آپس میں مقابلہ کرایا۔ تاکہ کسی نسخے کا دوسرے نسخے سے اختلاف یا فرق ڈھونڈ سکیں۔

باقی صفحہ نمبر 7 پر

صدائے عفت

تعلیم نسواں

کنیز فاطمہ کھپلو بانپی

علم کے بغیر کسی بھی معاشرے کی ترقی ممکن نہیں ہے۔ دنیا کے وہ ممالک جن میں تعلیم یافتہ افراد زیادہ ہیں۔ وہ دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ علم کا حاصل کرنا ہر فرد اور عورت پر فرض ہے لیکن ہمارے ملک میں اکثر لوگ عورتوں کو اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کے مخالف ہیں۔ ان کے نزدیک عورت کو محض گھر کی چاردیواری اور امور خانہ داری کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ ایک طبقہ کے خیال کے مطابق عورت کو مرد کے شانہ بہ شانہ دفتروں، ملوں، کارخانوں اور نجی اداروں میں کام کرنا چاہیے اور ہر محفل میں شریک ہونا چاہیے۔ ایک تیسرا طبقہ عورتوں کی تعلیم کا حامی ہے لیکن عورتوں کو شمع محفل نہیں بلکہ چراغ خانہ بننے کی تلقین کرتا ہے تا کہ وہ ایک اچھی بہن، شفیق ماں، سلیقہ شعار بیوی اور اطاعت گزار بیٹی بن سکیں۔

جو لوگ عورت کو تعلیم سے محروم رکھنا چاہتے ہیں۔ ان کی جہالت میں کوئی شک نہیں کیونکہ وہ خود تو اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے ہیں لیکن بہن اور بیٹی کو ان پڑھ رکھنا چاہتے ہیں۔ نپولین کہتا ہے کہ بہترین بچے بہترین مائیں ہی پیدا کرتی ہے۔ اور یہ مسلمہ امر ہے کہ بچے کی اولین تربیت گاہ ماں کی گود ہوتی ہے۔ بھلا خود جاہل ماں کس طرح اپنے بچے کی اعلیٰ تربیت کرسکتی ہے اور جو لوگ عورت کو مغربی تہذیب کی تقلید کرتے ہوئے ہر محفل کی جان سمجھتے ہیں۔ انہیں جاننا چاہیے کہ عورت اور مرد کا میدان عمل کبھی الگ الگ ہوتا ہے اور کبھی مشترک۔ اس ترقی معکوس سے خاندانی نظام ختم ہوکر رہ جاتا ہے اور جس سے آئندہ نسلوں کا مستقبل مخدوش ہو جاتا ہے۔ عورت کا صحیح کام مردوں سے تعاون اور بچوں کی نگہداشت و تربیت ہے۔ وہ تعلیم یافتہ خواتین جو تقلید مغرب کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کرتی ہے کہ اگر تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی بھاڑ جھونکنا پڑھ تو پھر تعلیم کا کیا فائدہ ہے؟ ان کا یہ موقف سراسر غلط ہے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی ان کا مقام گھر ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اعلیٰ تعلیم کی ڈگریاں ہی حاصل نہ کریں بلکہ اپنی درسگاہوں سے اُمور خانہ داری بھی سیکھیں۔

عورت گھر کی سب سے بڑی ادب آموز ہستی ہے۔ وہی خاندان کا شیرازہ یکجا رکھتی ہے۔ عورت کے اختیار میں ہے چاہے وہ اپنے بچوں کی اچھی طرح تربیت کر کے قوم کے مستقبل کو شاندار بنا دے اور چاہے وہ اپنی اولاد کی یا اخلاقی حالت سے غافل ہوکر اس کو تباہ و برباد کردے کیونکہ ماں کے افعال و اعمال کا اثر شعوری اور غیر شعوری طور پر بچے کی ذہنی و جسمانی نشوونما پر پڑتا ہے۔ اس لیے بھی عورتیں زیادہ سے زیادہ علم حاصل کریں۔ دنیا کی بیشتر نامور ہستیوں کی تربیت و پرورش تعلیم یافتہ ماؤں نے کی۔ تعلیم یافتہ والدین کے بچے عالی حوصلہ، روشن دماغ، صاف گو اور مہذب و باضمیر ہوتے ہیں۔

اسلام نے فیصلہ کیا کہ ''علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے''۔ آج ہوائی جہاز نے چین کو قریب کر دیا ہے۔ جن دنوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حصول علم کی تاکید فرمائی ان دنوں چین کا سفر جان جوکھوں کا کام تھا۔ اس کے بعد یہ بھی فرمایا جو شخص علم حاصل کرنے کی کوشش میں فوت ہوجائے اس کو شہید کا درجہ ملے گا۔ اب وہ زمانہ نہیں کہ عورتوں کی تعلیم کا دروازہ بند کیا جا سکے۔ اب تو لڑکیوں کے لیے الگ سکول اور کالج قائم ہو چکے ہیں۔ یہی لڑکیاں پڑھ لکھ کر تعلیم یافتہ کہلائیں گی اور ملک وملت کے لیے روشن ستارے بن کر رہنمائی کا کام دیں گی۔ بقول شاعر ؎

علم حاصل کر عزیزم دیکھ لے انسان بن
اپنی کشتی کے لیے تو آپ کشتی بان بن

صدائے عفت

لمحہ فکریہ... ذرا سوچیے!

زاہدہ ابراہیم سرموی، اسلام آباد

میں گریجویٹ سٹوڈینٹ ہوں اتنی قابلیت نہیں کہ انٹرنیشنل رسالے کے لیے مضمون لکھوں۔ لیکن میں اپنے جذبات اور شوق کے آگے مجبور ہو کر قلم اٹھانے پر تیار ہوئی ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ سالن میں جتنا گوشت اور مصالحہ بڑھاؤ اتنا ہی مزیدار بنتا ہے، چائے میں جتنا دودھ ڈالو اتنی ہی اچھی چائے بنتی ہے، دوستی میں جتنے تحفے تحائف دو اتنی ہی محبت بڑھتی ہے۔ اسی طرح ایک معاشرے میں جتنا باشعور اور تعلیم یافتہ افراد کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے اتنی ہی علم و عرفان کی روشنی پھیلتی ہے۔

اللہ کے فضل وکرم سے آج ہماری سوسائٹی کی شرح خواندگی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ مگر افسوس کسی کو بھی کتابوں اور رسالے کے ساتھ شوق اور دوستی نہیں ہے۔ ہر کوئی اپنی فکر اور اپنے لیے سوچنے کے علاوہ دین سے لاتعلق ہے۔ یہ وہی دین محمدیؐ ہے جس کی بقا کے لیے حضرت امام حسینؑ نے کربلا کے میدان میں قربانی دی۔ آج اسی دین کی تبلیغ وترویج، احیائے تصوف اور اتحاد بین المسلمین کا داعی ''نوائے صوفیہ انٹرنیشنل'' مواد اور فنڈز کی کمی کی وجہ سے بروقت چھپ نہیں رہا۔

کئی معیاری کتابیں اور رسالے ہم نے ایسے بھی دیکھے ہیں جو کچھ مدت چھپنے کے بعد باذوق قاری نہ ہونے کی وجہ سے بند ہو جاتے ہیں۔ لیکن ہمارے رسالے کی ہمیشہ نہ ملنے کی شکایت رہی ہے۔ اس رسالے کے بہت سارے مخلص اور باذوق قاری ہیں۔ اس منفرد رسالے کے قارئین دنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مگر یہ سب کچھ ہونے کے باوجود رسالے کا تاخیر سے چھپنا اور فنڈز کی کمی ہونا ہم سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ اگر تمام قارئین احساس ذمہ داری کے ساتھ بروقت اپنی ادائیگی کریں تب بھی رسالہ ماہوار چھپ سکتا ہے۔

اس وقت رسالہ جو میرے ہاتھ میں ہے اس کی قیمت پینتیس روپے ہے۔ لیکن بہت سے لوگ اسے بہت مہنگا سمجھتے ہیں۔ مگر آج کل کے یہی نوجوان سو روپے میں انڈین مووی خریدتے ہوئے مہنگا محسوس نہیں کرتے، فضول گھومنے کے لیے سو سے ڈیڑھ سو روپے کرایہ دیتے ہوئے اُف تک نہیں کرتے، ہوٹلوں اور ریسٹوران میں مہنگے کھانے کھا کے بل دیتے وقت کمی محسوس نہیں کرتے، ہر دوسرے دن بعد موبائل اور میموری کارڈ تبدیل کرتے ہوئے پیسہ یاد نہیں آتا۔ نوجوان خصوصاً خواتین دکھاوے کے لیے نت نئے کپڑے اور فیشنبل چیزیں لیتے ہوئے فخر محسوس کرتی ہیں۔ یاد رکھیں یہ تمام صورتیں صرف اور صرف اپنی ذات اور دنیا کی دو دن کی زندگی کے لیے ہے۔ آخرت میں یہ چیزیں کسی کام نہیں آئیں گی بلکہ یہی چیزیں عذاب بن جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ ترجمہ: اور تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے اور اس بات کو بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر ہے۔ (الانفال ۲۸) اللہ مزید فرماتے ہیں: لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى یعنی انسان کو وہی ملے گا جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ چاہے وہ اچھائی کے لیے کوشش کرے یا برائی کے لیے کوشش کرے۔

ایسے میں ہم سب کو چاہیے کہ اپنی حلال کمائی سے حلال چیزوں کو خرچ کریں تاکہ یہ نہ صرف دنیا میں کام آئے بلکہ آخرت میں بھی رحمت اور باعث ثواب بنے گے۔ لہٰذا ہم سب پر لازم ہے کہ

باقی صفحہ نمبر 7 پر

افکار نو کے پرچم

حضرت فاطمۃ الزہراؓ

غلام حسین عاشقی سرموی، کراچی

سیدہ کا اسم گرامی فاطمہ یعنی آتش دوزخ سے نجات دلانے والی ہیں۔ جو اللہ رب العزت نے خود انتخاب فرمایا۔ آپؑ کی ولادت باسعادت میں جمادی الثانی ۵ سنہ بعثت نبوی کو ہوئی۔ رسول پاک کا فرمان ہے اَلفَاطِمَۃُ بِضعَۃٌ مِنّی کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ آپؑ کے مشہور و معروف القاب سیدہ، زہرا، بتول، طیبہ، طاہرہ، اور صدیقہ ہیں۔ آپؑ رضیہ اور مرضیہ بھی ہیں، زہرا زاہرا بھی، نیرہ و منورہ بھی، مطہرہ و عتیقہ بھی، صدیقہ بھی، عفیفہ بھی، فہیمہ بھی، عالمہ بھی، فاصلہ بھی، عابدہ و زاھدہ بھی، ساجدہ و راکعہ بھی، کاملہ و اکملہ بھی، عقیلہ و عاقلہ بھی، آمینہ و آمنہ بھی، صابرہ و شاکرہ بھی، سعیدہ و صادقہ بھی، راحمہ و راشدہ بھی، معصومہ و مخدومہ بھی، صائمہ و عاصمہ بھی، شفیقہ و مشفقہ بھی، علیمہ و اعظمہ بھی، محترمہ بھی مکرمہ بھی، عاملہ و معلمہ بھی، ہاشمیہ بھی قرشیہ بھی۔ جس کی تعریف کا حق نہ کوئی ادا کر سکا ہے اور نہ ہی قیامت تک ادا کر سکتا ہے جس کی تعریف اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں جابجا فرمائی ہے۔

آیہ تطہیر آپؑ کی شان میں نازل ہوئی۔ اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذہِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ اَھلَ البَیتِ وَیُطَھِّرَکُم تَطھِیرًا o (الاحزاب ۳۳) ترجمہ: اے نبیؐ کے گھر والو بے شک اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر آلودگی دور کر کے تمہیں خوب پاکیزہ کر دے۔ آیت تطہیر حضرت ام سلمہؓ ام المومنین کے گھر نازل ہوئی۔ آپؐ عبائے یمنی میں آرام فرما رہے تھے مولائے کائنات تشریف لائے آپؐ نے مولا علیؑ کو عبائے یمنی میں آنے کی اجازت دی پھر فاطمہ تشریف لائے پھر یکے بعد دیگرے حسنین کریمین تشریف لائے۔ سب کو کملی چھپا لیا اور رب العزت کی بارگاہ میں دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھلَ البَیتِی فَاَذھِب عَنھُمُ الرِّجسَ وَمُطَھِّرھُم تَطھِیرًا o یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان سے ہر آلودگی دور فرما کر خوب پاکیزہ فرما دے جب آیہ مباہلہ نازل ہوئی تو رسول پاکؐ نے حضرت علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو بلا کر فرمایا یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں: فَقُل تَعَالَوا نَدعُ اَبنَاءَ نَا وَاَبنَاءَ کُم وَنِسَاءَ نَا وَنِسَاءَ کُم وَاَنفُسَنَا وَاَنفُسَکُم ثُمَّ نَبتَھِل فَنَجعَل لَّعنَتَ اللّٰہِ عَلَی الکٰذِبِینَ o محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں فرما دیجیے کہ ہم تم کو بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر لعنت کریں۔ آیہ مباہلہ میں ابناء نا سے مراد امام حسنؑ اور سید الشہداء، نساء نا سے مراد سیدہ پاک ہے اور انفسنا سے مراد علی مرتضٰیؑ ہیں۔ چاروں نفوس قدسیہ کو ساتھ لے کر رسول اکرمؐ آگے آگے جا رہے تھے امام عالی مقام نے گود میں اٹھایا ہوا تھا۔ امام حسن انگلی پکڑ کر نانا کے ساتھ جا رہے تھے جناب الزہرا آپؐ کے پیچھے سب سے پیچھے علی مرتضٰی حیدر کرار آ رہے تھے۔ جناب سیدہ کے جوتوں کے دھول کے صدقے اور ان کی پردے کا یہ حال جناب زہرا کے قدم کے نقش پر اپنے پاؤں رکھتے تھے تا کہ نقش پاؤں نہ نظر آئے نہ زمین دیکھے نہ آسمان دیکھ سکے جب یہ نورانی قافلہ دور سے آتا دیکھا تو نصرانی گروہ کا سردار یہ کہتے ہوئے اگر ان ہستیوں نے بد دعا کی تو قیامت تک عیسائیوں کا نام بھی زمین پر باقی نہیں رہے گا۔ بھاگ نکلا۔

ان کا لقب زہرا ہے زہرا کلی کو بھی کہتے ہیں اور ضیاء کو بھی رسول معظم فرماتے تھے میری بیٹی سے جنت کی خوشبو آتی ہے اب جنت کی اس کلی کو سونگھا کرتے تھے۔ (حدیث)

باقی صفحہ نمبر 33 پر

غنچہ ہائے نو شگفتہ

بچوں کا نوائے صوفیہ

ظفر علی آخوند

پیارے بچو ہمارے مسلک کے بارے میں جانو!

☆شاہ ہمدانؒ اور آپؒ کے ساتھیوں نے تیس ہزار غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ ☆سید محمد نوربخشؒ شاہ ہمدانؒ کے بہن کے بیٹے اور ان کے شاگرد تھے۔ ☆ختلان کے خواجہ اسحاق نے سید محمد نوربخشؒ کو ''نوربخش'' کا خطاب دیا۔ ☆ہمدان ایران کے ایک صوبے کا نام ہے اور شہر کا نام بھی ہے۔ ☆میر سید محمد ہمدانیؒ کی عمر جب بارہ سال ہوئی تو آپؒ کے والد گرامی شاہ ہمدانؒ وفات پا گئے۔ ☆میر سید محمد ہمدانیؒ بائیس سال کی عمر میں ایران سے بغرض تبلیغ کشمیر تشریف لائے۔

☆میر سید محمد ہمدانیؒ کی پہلی بیوی بی بی تاج جب فوت ہوئیں تو ملک سیف الدین نے آپؒ کو اپنی بہن کا رشتہ دیا اور خاتون کا اسلامی نام بی بی ماریہ رکھا گیا۔ ☆شاہ قاسم فیض بخشؒ سید محمد نوربخشؒ کے فرزند نور ہیں۔ ☆شاہ ہمدانؒ کے والد کا نام سید شہاب الدین بن سید محمد حسین تھا جبکہ والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ تھا۔ ☆شاہ ہمدان نے تین بار دنیا کی سیر کی۔ (مہدی فیروز غورسیوی)

سنہری باتیں

☆دنیا عاقل کی موت اور جاہل کی زندگی پر آنسو بہاتی ہے۔

☆خامیوں کا احساس کامیابی کی کنجی ہے۔ (سقراط)

☆قلت عقل کا اندازہ کثرت کلام سے ہوتا ہے۔ (حکیم اقلیدس)

☆جو باتیں معلوم ہوں ان کے اظہار میں شرم نہیں کرنی چاہیے۔

☆جو شخص اپنے غصے کو لوگوں سے روک لے، خدا قیامت کے دن اپنا عذاب روک لے گا۔ (امام موسیٰ کاظمؒ)

(قیصر محمود صدیقی، گربونگ)

ہنسنا منع ہے!!!

☆ایک شخص (دوسرے سے) تمہارے حقہ کا پائپ اتنا لمبا کیوں ہے؟
دوسرا: دراصل ڈاکٹر نے مجھے تمباکو سے دور رہنے کا مشورہ دیا ہے۔

☆ایک دوست دوسرے سے کار اور گدھا گاڑی میں کیا فرق ہے؟
دوست: گدھا گاڑی میں گدھا باہر ہوتا ہے اور کار میں ۔۔۔۔۔۔؟

☆استاد (شاگرد سے) آج کا کام کل پر مت چھوڑو۔ ساتھ استاد نے کہا کل سے چھٹیاں مل جائیں گی۔
شاگرد: سر آج ہی چھٹی دے دیں۔ کیونکہ آپ نے کہا آج کا کام کل پر مت چھوڑو۔ (صغرا، جمال، برحان، فاطمہ واحمد نوری، کریس)

اقوال زرین

☆کسی دکھی انسان کا ایک آنسو پونچھنا ہزار خون کے آنسو بہانے سے بہتر ہے۔ ☆عورت کا سب سے اچھی اور قیمتی زیور اس کی شرم اور حیا ہے۔ ☆اپنی مسکراہٹ سے کسی کا دل جیتنا سب سے عظیم کارنامہ ہے۔ ☆شخصیت کا نکھار صرف اور صرف انسان کی زبان میں پوشیدہ ہے۔ ☆جس نے علم حاصل کیا اور عمل نہ کیا وہ اس آدمی کی مانند ہے جس نے ہل چلایا اور بیج نہ بکھیرا۔ (شاہد حسین سینوی)

☆جس نے اپنی ماں کے پاؤں کو چوما اس نے کعبے کی دہلیز کو چوما۔ (حضرت محمدؐ) ☆مؤمن کے لیے ہر وہ دن عید کا دن ہے۔ جس دن وہ کوئی گناہ نہ کرے۔ (حضرت امام علیؑ) ☆بہترین کام ان لوگوں سے اچھا سلوک کرنا ہے جن سے اچھائی کی کوئی امید نہیں ہو۔ (حضرت امام حسینؑ) ☆گفتگو سے سمجھ بوجھ میں اضافہ ہوتا ہے لیکن تنہائی وہ مدرسہ ہے جہاں عظیم ذہن بنتے ہیں۔ (حضرت علیؑ) (سیدہ شازیہ، کھرکوی)

نکاتِ دانش

شاعر احسان علی دانش سے انٹرویو

پینل: غلام رسول ثاقب سرمیکی

گزشتہ دنوں معروف شاعر و صحافی احسان علی دانش کے ساتھ ایک نشست ہوئی۔ جس میں اُن کی شاعری، حالات زندگی اور ملت صوفیہ نوربخشیہ کے حوالے سے اُن کی فکری خدمات زیرِ بحث آئیں جو کہ قارئین نوائے صوفیہ کی نذر کر رہا ہوں۔ اُمید ہے کہ ارض شمال کے اس عظیم شاعر سے محبت کرنے والے بے شمار لوگ اُن کی زندگی کے مختلف گوشوں کے بارے میں جان سکیں۔

سوال: کیا آپ اپنا تعارف کرانا پسند کریں گے؟

جواب: جی۔ میرا تعلق گلگت بلتستان کی مردم خیز وادی سرمک سے ہے۔ میرے والدین نے میرا نام احسان علی رکھا۔ مگر جب شعر کہنے کا ذوق پیدا ہوا تو لوگوں نے احسان علی کے ساتھ ''دانش'' کو چسپاں کر دیا۔ کئی بار اس اضافی نام (دانش) کو اپنے نام سے علیحدہ کرنے کی کوشش کی مگر اب گلگت بلتستان میں تقریباً سبھی لوگ مجھے احسان علی دانش ہی سے جانتے ہیں۔ دوسری بات ہمارے ملک کے ایک سینئر اور بزرگ شاعر احسان دانش ہی کے نام سے گزرے ہیں۔

سوال: کیا آپ اپنے تعلیمی کیریئر کے بارے میں بتائیں گے؟

جواب: پرائمری سکول سرمیک سے میرے تعلیمی کیریئر کا آغاز ہوا۔ مہدی آباد ہائی سکول سے میٹرک تک کی تعلیم حاصل کی اور 1988ء میں کراچی سے ایف اے کیا۔ ایف اے کے بعد کراچی سے ہی بی اے کا امتحان پاس کیا اور حال ہی میں اُردو کے مضمون میں ایم اے کا امتحان کراچی یونیورسٹی سے دے چکا ہوں۔

سوال: آپ نے شعر و شاعری کا آغاز کب اور کیسے کیا؟

جواب: آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ شاعری سے میرا واسطہ پہلی کلاس سے ہی ہوا۔ جب میں پہلی کلاس میں داخل ہوا اور جو پہلی کتاب مجھے ملی وہ شاعری میں تھی اور آج بھی اُس کے سبق مجھے صاف صاف یاد ہیں۔ دیگر سارے طلبا نثر والی کتاب پڑھتے تھے اور میں اپنی نظم والی کتاب پڑھ رہا تھا۔ لاشعوری طور پر میرے اندر ایک تخلیق کار کی تخلیق ہو رہی تھی اور کچھ مدت کے بعد وہ تخلیق کار شاعر بن کر منظر پر آیا۔

سوال: آپ کو یاد ہے کہ پہلی بار آپ نے مشاعرہ کب اٹینڈ کیا؟

جواب: میری عمر 20 سال تھی اِک آدھ غزلیں لکھ رکھی تھیں۔ اک دن غلام حسن حسنی صاحب بغل میں فائل دبائے یادگار چوک سے کونسل ہال کی جانب جا رہے تھے۔ اُن کے پیچھے لوگ جوق در جوق جا رہے تھے۔ مجھے معلوم ہوا کونسل ہال میں 23 مارچ کی مناسبت سے مشاعرہ ہونے والا ہے۔ حسنی صاحب نے مجھے سٹیج پر بلایا گیا۔ ہال میں ہُو کا سا عالم چھا گیا۔ شاید لوگ سوچ رہے تھے۔ یہ بچہ شاعر کیا سنائے گا مگر جب زندگی کی پہلی غزل سنائی۔ پورا مجمع کھڑا ہوا اور تالیاں بجا کر داد دی۔ میں نے دل میں سوچا۔ اس کا مطلب یہ ہے میرے اندر کوئی ایسی صلاحیت موجود ہے جسے میں بروئے کار لاؤں تو شہرت، عزت، دولت کما سکتا ہوں۔ وہ دن آج کا دن مسلسل مشاعرے پڑھ رہا ہوں۔ لوگ مجھے سنتے ہیں اور خوش ہو جاتے ہیں اور کوئی بھی آدمی مجھ سے خوش ہو جائے تو مجھے خوشی ملتی ہے۔ پہلی غزل کا مطلع یہ ہے۔

اوّل اوّل بس خدا کا نام ہونا چاہیے
نام حق جب لے لیا تو کام ہونا چاہیے

سوال: شاعری تو آپ کرتے ہی ہے اس کے علاوہ کیا ذوق رکھتے ہیں؟

جواب: مجھے خدا کا ہر لمحہ شکر بجا لانا چاہیے۔ میں نے جب بھی اور جیسی بھی خواہش کی، پوری ہو گئی۔ شاعر تو میں بن گیا۔ کنسٹری کرنے کا شوق

پیدا ہوگیا۔ پولو گراونڈ میں جب کمنٹیٹر کمینٹری کرتا تھا تو مجھے اُس پر رشک آتا تھا۔ دل میں سوچتا تھا کہ کیا یہ کام میں بھی کرسکوں گا اور ایک دن ایسا آیا کہ وہ مائیک میرے ہاتھ میں تھا گویا میرا شوق پورا ہو گیا۔ سٹیج سیکریٹری بننے کا بھی بے تحاشا شوق تھا مگر خدا کا کرنا والدین کی دعا اور اپنی محنت سے اس کام کو بھی بحسن وخوبی سرانجام دیتا رہا۔ آج گلگت بلتستان میں اہم تقریبات میں سٹیج سیکریٹری کے فرائض انجام دے کر خوشی محسوس کرتا ہوں۔ میں جب بچپن میں ریڈیو سنتا تھا تو ریڈیو پر بولنے والے لوگ خوش قسمت اور بھلے لگتے تھے۔ دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کیا ایسا معجزہ ہمارے ساتھ بھی ہوسکتا ہے۔ ہم بھی ریڈیو سے بولے۔ آج خدا کے فضل سے ریڈیو پاکستان سکردو کے گریڈAA آرٹسٹوں میں میرا شمار ہوتا ہے۔ اُردو بلتی مختلف پروگرام بحسن وخوبی کر سکتا ہوں۔ لوگ پروگرام سن کر خط لکھتے ہیں، فون کرتے ہیں تو خوشی محسوس ہوتی ہے اور سچ ہے آرٹسٹ کو داد ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔

سیاحت کا بھی شوق ہے۔ جب بھی فرصت ملتی ہے۔ اَن دیکھے مقامات کی سیر کو نکلتا ہوں۔ گلگت بلتستان میں شاید ہی کوئی نالہ گاؤں یا وادی ہو جہاں گئے نہیں ہو۔ اَن دیکھے مقامات دیکھ کر بھی اک طمانیت محسوس ہوتی ہے۔

رسول بھائی! کالم نگاری کا بھی شوق ہے کوئی اچھا بُرا واقعہ پیش آیا، دیکھا، سُنا۔ فوراً صفحہ قرطاس پر بکھیر دیتا ہوں اور کسی اخبار کی وساطت سے قارئین کے سامنے رکھتا ہوں۔ خدا کے فضل سے 100 سے زائد آرٹیکلز مختلف موضوعات پر لکھ چکا ہوں جو گلگت بلتستان کے مختلف اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

سوال: دانش صاحب! آپ کی پیشہ ورانہ زندگی کس ڈگر پر چل رہی ہے؟

جواب: پیشے کے لحاظ سے میں ایک ادنیٰ سا سرکاری ملازم ہوں۔ محکمہ GBPWD میں بحیثیت کلرک گزشتہ 23 سالوں سے اپنے فرائض ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اس دوران کسی مشاعرے میں پبلک سکول اینڈ کالج سکردو کے پرنسپل نے مجھے دیکھا اور سُنا۔ اُنہیں شاید میرے الفاظ اور ادائیں پسند آئیں اور PWD سے پبلک سکول اینڈ کالج میں سروس پوسٹنگ کرا کے اُردو کا اُستاد مقرر کیا اور بارہ سال درس و تدریس سے منسلک رہا۔ پبلک سکول اینڈ کالج سکردو میں نہ صرف بچوں کو پڑھایا بلکہ اپنی زبان و ادب کو بھی نکھارنے کا موقع ملا۔ حال ہی میں محکمہ PWD واٹر اینڈ پاور سرکل نے مجھے PRO کا پُرکشش عہدہ دیا ہے اور میں اُسے نبھانے کی کوشش میں ہوں۔

سوال: ایک شاعر کی حیثیت سے آپ اُردو ادب کی کن کن شخصیات سے بہت زیادہ متاثر ہیں؟

جواب: رسول صاحب! یوں تو میں اُردو زبان کا طفل مکتب ہوں اور سیکھنے کے عمل سے گزر رہا ہوں۔ اُردو زبان کے تخلیق کاروں، شاعروں اور اکابرین کی فہرست لمبی ہے مگر مجھے شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ، شاعر انقلاب جوش ملیح آبادی، باغی شاعر ساحر لدھیانوی، درویش منش شاعر ساغر صدیقی زیادہ پسند ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہر شاعر نے اپنی جگہ اچھے شعر کہے ہیں۔ ہر کسی کا انداز بیاں دوسرے سے منفرد ہے جبکہ گلگت بلتستان میں پروفیسر حشمت کمال الہامی، غلام حسن حسنی، ڈاکٹر غازی محمد نعیم، راجہ محمد علی شاہ صبا اور شیخ غلام حسین سحر عہد حاضر کے وہ شاعر ہیں جن سے میں بہت زیادہ متاثر ہوں۔ البتہ توانا لب و لہجے کے کئی نوجوان شاعر بھی ادبی میدان میں سرگرمِ عمل ہیں۔

سوال: دانش صاحب! آپ کا شمار ارض شمال کے صاحب تصنیف شعراء میں ہوتا ہے۔ آپ اپنی تصنیفات کے بارے میں ہمارے قارئین کو تفصیل سے بتائیں۔

جواب: میرا پہلا شعری مجموعہ شکستہ ناؤ کے نام سے 2000ء میں منظر پر آیا، لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور میری حوصلہ افزائی کی۔ 2006 میں پبلک سکول کے سٹاف کے ساتھ گلگت بلتستان اور صوبہ خیبر پختونخواہ کی حسین وادیوں کا مطالعاتی دورہ کیا۔ اُس سفر کی روداد کو سفرنامے کی صورت میں ”چلتے چلتے کافرستان“ کے نام سے شائع کیا۔ مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ بلتستان کے اولین سفرنامہ نگاروں میں میرا نام آتا ہے۔ 2008 میں پاکستان کا اک وفد مطالعاتی دورے پر ایران کی

حکومت کی دعوت پر ایران گیا۔ دیگر احباب کے علاوہ نوربخشی دنیا کے شعلہ بیان مقرر مولانا محسن علی ساقی میرے ہم سفر تھے۔ ایران میں ہم نے جہاں دیگر مختلف تقریبات میں شرکت کی۔ ایران کے عمائدین سے ملے۔ سرکاری حکام سے بات چیت ہوئی، مختلف شہروں کی سیاحت کی۔ وہاں ہم مشہد مقدس میں امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ سمنان کے مومن آباد میں حضرت محمود مزدقانیؒ کی خانقاہ معلی میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی اور آستانہ عالیہ پر فاتحہ خوانی کی۔ سمنان ہی کے صوفی آباد میں حضرت علاؤالدولہ سمنانیؒ کی زیارت سے روحانی سکون حاصل کیا جبکہ قم میں حضرت معصومہ کی زیارت سے بھی فیض یاب ہوا۔ اس پورے سفر کی روداد کتاب کی صورت میں ترتیب دی ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی وہ سفر نامہ بھی میرے قارئین کے ہاتھوں میں ہوگا۔

شکستہ ناؤ کے بعد جتنے کلام پڑھے گئے ’’ساحل مراد‘‘ کے نام سے جلد ہی منظر پر آئے گا جبکہ بلتی میں ترتیب شدہ مجموعہ کلام کا نام ’’روچھق برزونو‘‘ ہے۔ انشاء اللہ میری پانچ کتابیں لائبریریوں کی زینت بنیں گی۔

سوال: دانش صاحب! آپ جب قلم کار ہیں تو یہ بتادیجئے کہ مذہب صوفیہ نوربخشیہ کی خدمت کے لیے آپ کے قلم نے کیا کیا گل کھلائے؟

جواب: میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اپنی علمی حیثیت سے بڑھ کر اس مذہب حقہ کی خدمت کرنے کی کوشش کی۔ آپ کو معلوم ہے بلتستان میں ہونے والے مختلف جلسوں میں شریک ہوتا ہوں اور وہاں پر اپنی تخلیقات لوگوں تک پہنچاتا ہوں۔ ان کے علاوہ شاہ ہمدانؒ انٹرنیشنل کانفرنس کراچی میں مجھے مقالہ پڑھنے کا موقع ملا۔ میرے مقالے کو سن کر کراچی کے علما نے کھل کر داد دی، جن میں خطیب اہلسنت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی، پیر سید عظمت علی شاہ اور حاجی حنیف طیب جیسے علم دوست شامل تھے۔ کشمیر میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں بھی بطور قلم کار کے میں نے مقالہ پڑھا اور کلام سنایا۔ اُس کانفرنس میں میرے علاوہ مولانا علی محمد ہادی اور مولانا محسن علی ساقی موجود تھے۔ شاہ ہمدانؒ پر مقالہ پڑھنے والوں کی تعداد اسی تھی جو پاکستان کے مختلف شہروں کے علاوہ مقبوضہ کشمیر، ایران اور تاجکستان سے تعلق رکھتے تھے جبکہ ایران کے اندر مختلف ادبی فورم پر بھی بحیثیت نوربخشی شاعر کے ہم نے خطاب کیا اور کلام سنایا۔ رسول صاحب! نوربخشی ترقی و ترویج کے لیے رسالہ نوائے صوفیہ میں بھی وقتاً فوقتاً اپنے ٹوٹے پھوٹے اشعار شامل کراتا ہوں۔

سوال: جہاں نوائے صوفیہ کا ذکر ہوا تو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ملت صوفیہ نوربخشیہ کے تعلیمات کو اُجاگر کرنے کے حوالے سے اس رسالے کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: رسول صاحب! آپ جانتے ہیں یہ دور میڈیا کا دور ہے اور ہر مکتب فکر بلکہ ہر کوئی میڈیا ہی کے ذریعے دوسروں پر اپنی برتری ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے جس کے لیے ہزاروں ٹی وی چینلز، ریڈیو، اخبارات اور رسائل موجود ہیں جبکہ مذہب صوفیہ نوربخشیہ کی ترقی کے لیے یہ واحد رسالہ سرگرم عمل ہے۔ بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس رسالے کی اشاعت کے لیے بھی خاطر خواہ تعاون نہیں کرتے۔ قلم کاروں کو چاہیے کہ تبلیغی سلسلے کو وسعت دینے کے لیے اپنا زور قلم دکھائیں۔ مخیّر حضرات اس کی بروقت اشاعت کو یقینی بنانے کے لیے مالی تعاون کریں۔ یہ رسالہ ہماری تعلیمات کو پھیلانے کے لیے کلیدی کردار ادا کر رہا ہے۔

سوال: دانش صاحب! ہماری ملت میں موجود خلفشار کو کیسے رفع دفع کیا جاسکتا ہے؟

جواب: یوں تو یہ پیچیدہ سوال ہے اس خلفشار کے حل کے لیے علمائے نوربخشیہ کئی بار اکھٹے ہوئے اور کئی بار منتشر ہوگئے مگر معاملہ جوں کا توں پڑا ہوا ہے۔ حقیقت میں دیکھا جائے تو دنیا میں کوئی کام ناممکن نہیں۔ ایسا کوئی مسئلہ نہیں جس کا حل موجود نہ ہو۔ جہاں تک میرے فہم و ادراک کا تعلق ہے کہ ہم میں مرکزیت کا فقدان رہا ہے۔ اس کی وجہ ذاتی مفادات ہیں۔ لوگوں نے مذہب کے نام سے اپنے مفادات کو ترجیح دی جبکہ شاہ سید محمد نوربخش علیہ الرحمہ کی تعلیمات ایسی نہیں ہیں۔

شاہ سید محمد نوربخشؒ کی تعلیمات پر مکمل عمل پیرا ہوں تو تمام نوربخشیوں کو ایک ہی صف میں کھڑے دیکھیں گے۔

سوال: ایک شاعر اور صحافی کی حیثیت سے آپ یہ بتائیں کہ مسلک صوفیہ نوربخشیہ کی ترقی و ترویج اور نشرو اشاعت کے لیے کیا کیا مؤثر اقدامات کیے جاسکتے ہیں؟

جواب: اس سوال کے جواب میں اگر میں بولوں تو چھوٹا منہ بڑی بات والی بات ہوگی۔ میرا خیال ہے اس دین کی نشرو اشاعت میں ابھی تک ہم نے کیا ہی کیا ہے؟ آپ ذرا بلتستان میں دیکھیں ہر کوئی مقامی سیاست کی بھینٹ چڑھ کر آپس میں دست و گریباں ہیں اور سیاست میں کامیابی کے لیے دین میں جو بھی بگاڑ پیدا ہو جائے پروا نہیں ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم تمام اسلامی ممالک اور بالخصوص ایران، تاجکستان اور کشمیر کے علما اور سرکردگان دین سے رابطہ قائم کریں اور ان پر یہ واضح کریں کہ ہم اسلام کے ایک ایسے مسلک سے تعلق رکھتے ہیں جو راہ اعتدال پر قائم و دائم ہے، یہاں افراط و تفریط نہیں ہے اور یہ اتنا بڑا پلیٹ فارم ہے جہاں ہر مکتبہ فکر کے پیروکاروں کے لیے گنجائش بنتی ہے۔ عالم اسلام پر ہماری شناخت اور ہماری تعلیمات واضح ہو جائے اور وہ دن دور نہیں کہ تصوف کا بول بالا ہوگا۔

سوال: آپ نے مختصر عرصے میں کامیابی کی بہت سی منازل طے کی ہیں اس کا راز کیا ہے؟

جواب: یوں تو میں عملی زندگی میں تن آسان اور کاہل واقع ہوا ہوں مگر میری کامیابیوں کے پیچھے میرے پیارے والدین کی دعائیں شامل حال ہیں۔ ہر نماز کے بعد میری کامیابی کے لیے دعائیں مانگتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا تھا۔

نہ جانے کون دعاؤں میں یاد رکھتا ہے
میں ڈوبتا ہوں سمندر اُچھال دیتا ہے

یہی سبب ہے میں جب سفر کرتا ہوں مجھے زادِ راہ کی حاجت نہیں رہتی۔ میری والدین کی دعائیں ہر گام پر زادِ راہ کی صورت میں میرے ساتھ ساتھ رہتی ہیں۔ میری یہ تمام کامیابیاں دراصل میرے والدین کی کامیابیاں ہیں۔

سوال: دانش صاحب! آخر میں آپ نوائے صوفیہ کے قارئین اور ملت صوفیہ نوربخشیہ کے نوجوانوں کے کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟

جواب: میں دو پیغام دوں گا۔ پہلا پیغام یہ ہے کہ اس جدید دور میں نوائے صوفیہ جیسا علمی، ادبی اور مذہبی رسالہ غنیمت ہے اس رسالے کی ترقی کے لیے قارئین سے جو ہوسکتا ہے وہ کرنے کے لیے کمربستہ ہو جائیں۔

دوسرا پیغام یہ ہے کہ کسی بھی قوم کی ترقی علم کے بغیر ممکن نہیں ہے اور یہ دور مقابلے کا دور ہے۔ اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلانے کی بھرپور کوشش کریں۔ علاقے سے جہالت کا خاتمہ ہوگا تو ترقی خود ہمارے قدم چومے گی۔ نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے سلسلے کے شیوخ طریقت کی تصنیفات کا مطالعہ کریں، اپنے کردار و عمل کو بزرگان سلف کی تعلیمات سے مزین کریں اور اپنے اسلاف سے رشتہ جوڑے رکھیں۔

انٹرویو پینل: دانش صاحب! آپ کا بہت بہت شکریہ

❀ ☆ ✿ ☆ ❀

بقیہ: میر سید محمد نوربخش تاریخی پس منظر میں

موجودہ دور کے نوربخشی میر سید محمد نوربخشؒ کو سلسلہ ذھب (جو جنیدیہ، کبرویہ اور ہمدانیہ کے ناموں سے موسوم ہوا اور آپ کی ذات گرامی کے بعد نوربخشیہ کہلایا) کے مرشد، اپنے عہد کے قطب الاقطاب، غوث اعظم، مجدد شریعت اور مجاہد طریقت مانتے ہیں۔ پاکستان میں موجود نوربخشی اصولی عقائد، فقہی امور اور تزکیہ وسلوک سبھی میں میر سید محمد نوربخشؒ کے پیروکار ہیں۔ اور آپؒ کی ہی تعلیمات کے مطابق امام آخر زمان قائم آل محمد امام مہدیؑ پر بطور خاتم الولایہ عقیدہ رکھتے ہیں۔

معنی کے اعتبار سے لفظ مہدی استعمال ہونا الگ بات ہے جیسے محرم کے دنوں میں کسی بھی مجلس پڑھانے والے کو آپ ذاکر کہیں گے لیکن وہ معنی کے اعتبار سے ذاکر ہوگا، اس کا اسم علم نہیں ہوگا۔ اس

سے مراد ذکرِ حسینؑ کرنے والا شخص ہے نہ کہ خاص فرد کا نام جیسا کہ میرا (راقم کا) نام ہی ذاکر حسین ہے۔ اسی طرح معنی کے اعتبار سے کسی بھی ہدایت یافتہ یا ہدایت کرنے والے کو مھدی کہا جا سکتا ہے جس طرح ماتمِ حسینؑ میں مصائب پڑھنے والے کسی بھی فرد کو ذاکر کہا جاتا ہے۔ لیکن ذاتی نام کے طور پر لفظ مھدی جو امام آخر زمان کا اسم علم (محمد مھدیؑ) ہے۔ اس سے مراد خاتم الولایۃ ہی ہے جس پر اعتقاد رکھنے سے متعلق نوربخشؒ کا فرمان پہلے ہی پیش کیا جا چکا ہے۔ اسی ضمن میں ڈاکٹر محمد ریاض کی کتاب "احوال و آثار و اشعار میر سید علی ھمدانیؒ" کے آغاز میں (ص ۶۱) مدیر مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اپنی نگارشات کی توضیحات میں لکھتے ہیں "ولی قرائن و شواهد متعدد حکایت می کند که سید محمد نوربخش، خود را مهدی موعود و منتظر به معنائی که مسلمانان (خصوصاً شیعه) از این تعبیر می فهمند، نمی دانسته ، و در مورد او مهدویت نوعی مطرح بوده نه شخصی"

ترجمہ: لیکن قرائن اور متعدد شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ مھدی موعودؑ اور منتظر کی وہ تعبیر اور معنی جو مسلمانوں (خصوصاً شیعہ) میں رائج ہے، اس معنوں میں سید محمد نوربخشؒ نے خود کو مھدی نہیں سمجھا۔ اور ان کے حوالے سے مھدویت نوعی (یعنی معنی کے اعتبار سے) ہے نہ کہ شخصی۔

بقیہ حضرت فاطمہ زہراؑ

جنگ بدر کے بعد آپؑ کا عقد مولائے کائنات سے ہوا آپ کی شادی میں ستر ہزار فرشتوں کا حفاظتی دستہ ناقۂ زہرا کے پاؤں کی دھول چومتا جا رہا تھا۔ اور جنت کی حوریں راستے میں اپنی عفت کی چادریں بچھاتی جاتی تھیں۔ آپؑ حضرت مریمؑ کے بعد واحد خاتون ہیں کہ حسنین کریمین کی چھ ماہ بعد ولادت ہوئی۔ چند قریشی خواتین جو بااثر تھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور جناب زہرا کی شادی میں آنے کی دعوت دی جناب رسالت مآب نے دعوت قبول کیا اور سیدہ زہرا سے ارادہ پوچھا تو مادر حسنین نے محترم ابا کا کیسے ٹال سکتیں مان گئیں۔ قریشی امیرزادیوں کا ارادہ سیدہ کی غریبی اور سرکار دوعالم کا مذاق اڑانا تھا۔ لیکن خود مذاق بن کر رہ گئیں۔ جناب سیدہ نے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ رب العزت سے دعا کی اے رب کریم تو اپنی نبی کا بھرم رکھنا آخر سیدہ زہرا نے ہاتھ اٹھائے کیسے قبول نہ ہوتی فوراً جبرائیلؑ نازل ہوئے اور حاضر خدمت ہوئے اور اللہ کی طرف سے سلام پیش کرنے کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ خدا فرماتا ہے سیدہ طاہرہ سے کہہ دو قریش کی امیرزادیوں کی مجلس میں جاتے ہوئے اپنی پھٹی پرانی چادروں پر پریشان نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا پوشاک پیش کیا شہزادی کونین نے گلیم مقتر جسم پر لپیٹی چادر تطہیر سر پر رکھی لباس شرم و حیا زیب تن کیا سوئے خانہ شادی روانہ ہوگئی اچانک ان کے کانوں میں آواز آئی تعظیم و تکریم کے لیے کھڑی ہو جاؤ اس لیے کہ خدائے محبوب پاک کی بیٹی تشریف لا رہی ہے قریش کی امیرزادیاں کھڑی ہوگئیں انہوں نے دیکھا سیدہ پاکؑ حسن و جمال باطنی سے خانہ شادی کی در و دیوار روشن کرتی ہوئی اس شان سے جلوہ آفروز ہو رہی ہیں سینکڑوں کنیزان پاک دامن اردگرد ساتھ آرہی ہیں کوئی چادر تطہیر دامن عفت اٹھائے ہوئے ہے کوئی قدم کے نشان کو بوسے دے رہی ہے کوئی پنکھا جھولتی آرہی ہے۔ پس پھر کیا شان زہرا کی ہیبت و جلال اور حسن و جمال دیکھ کر زنان قریش کی آنکھیں شرم سے جھک گئیں کسی میں تاب نظارہ نہ رہی سب کے زبان پر سبحان اللہ جاری ہوا۔

آپؑ کا وصال سید المرسلین کے وفات کے چھ ماہ بعد ہوا۔ رسول پاک کی وفات کے بعد آپؑ بہت روتی تھیں۔ آپؑ کو روتا دیکھ کر آسمان کے فرشتے جن و بشر، حور و غلمان بھی روتے تھے۔ آپؑ نے وصال سے پہلے حسنین کریمین کو نہلایا علیؑ کو وصیت کی اور زینبؑ کو بھائیوں کا خیال رکھنے کا کہا اور رات کو ہی جنازہ لے جانے اور دفنانے کی وصیت کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اخبارِ تصوف

دُنیائے تصوف کی خبریں

غلام محمد شاہینؔ

جشنِ میلادؐ و تقریب حلف برداری NYF کراچی

گزشتہ دنوں (NYF) کراچی ڈویژن کے زیر اہتمام جشن عید میلاد النبیﷺ و تقریب حلف برداری کے سلسلے میں ایک عظیم الشان جلسہ کیریئر بلڈنگ ہاسٹل (CBH) منظور کالونی کراچی میں منعقد ہوا۔ تقریب میں مہمان خصوصی جناب مولانا عبدالحلیم صاحب، صدارت محمد حسین براہوی صاحب جبکہ سٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا نثار حسین براہوی صاحب سرانجام دے رہے تھے۔ سید محمد علی شاہ سابق نائب صدر NYF نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ تقریب کا باقاعدہ آغاز قاری شاہ اللہ فیضی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ جس کے بعد مقابلہ نعت خوانی جس میں نعت خواں زاہد علی، نور علی ہادی، کامران علی، نیاز علی، محمد امین، کمال انسوقی، انور یوچنگی اور نور علی ججی نے حضور اکرمؐ کی شان اقدس میں گلہائے عقیدت کے پھول نچھاور کیے۔ اور مقررین نے حضور کی سیرت اور اخلاق پر روشنی ڈالی۔ معروف سکالر جناب ڈاکٹر ذاکر حسین ذاکر نے سیرت طیبہؐ پر روشنی ڈالی۔ صدر جلسہ جناب محمد حسین براہوی نے سیرت طیبہ پر مختصر روشنی ڈالی اور نئی کابینہ سے حلف لیا۔ کابینہ کی تفصیل یوں ہے۔ صدر منظور حسین بلغاری، نائب صدر علی خان، جنرل سیکرٹری جی ایم کھاروی، ڈپٹی سیکرٹری محمد حسن، فنانس سیکرٹری سکندر اعظم، سیکرٹری اطلاعات زاہد حسین قیصر، آفس سیکرٹری غلام محمد یوچنگی، چیئرمین ایجوکیشن اعجاز حسین ہراج، چیئرمین ادبی کونسل محمد نواز، چیئرمین فنڈنگ اینڈ کلیکشن نذیر حسین، چیئرمین میڈیا سیل شجاعت حسین، چیئرمین بک کلیکشن شہریار علی۔

رپورٹر: زاہد حسین قیصر

فیض بخش ہاسٹل کراچی میں محفل عید میلاد النبیؐ

گزشتہ دنوں فیض بخش ہاسٹل کراچی میں عید میلاد النبیؐ کی مناسبت سے ایک عظیم الشان محفل منعقد ہوئی۔ صدر محفل جناب پروفیسر ذاکر حسین ذاکر تھے جبکہ مہمان خصوصی جناب غلام عباس کوروی تھے۔ مقررین نے اپنے اپنے خطاب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر انؐ کی سیرت طیبہ پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ بوا اسحاق انسوقی کے دعائیہ کلمات کے ساتھ محفل کا اختتام ہوا۔

رپورٹر: عاشق حسین انصاریؔ، فیض بخش ہاسٹل کراچی

NYF الچوڑی شگر یونٹ کی تقریب حلف برداری

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن الچوڑی شگر یونٹ کی تقریب حلف برداری مدرسہ مدینۃ العلم صوفیہ نوربخشیہ میں ہوئی۔ تقریب کی صدارت عبدالستار نے کی۔ انہوں نے این وائی ایف کے عہدیداروں سے حلف لیا۔ ثناء اللہ صدر، نور حسن نائب صدر، نور محمد تبسم سیکرٹری، محمد خان جنرل سیکرٹری، محمد خان شاہد فنانس سیکرٹری، علی حسن رابطہ سیکرٹری اور فیض اللہ جمالی سیکرٹری نشرواشاعت۔

رپورٹر: عطاء اللہ، مشتاق احمد شگری

مدرسہ شاہ ہمدان یوچنگ سرمک میں تقریب

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان سرمک یوچنگ یونٹ کے زیر اہتمام مدرسہ شاہ ہمدان صوفیہ نوربخشیہ سرمک میں ایک پروقار تقریب کا انعقاد ہوا۔ تقریب میں سرمک بھر سے علماء کرام اور شمع تصوف کے پروانوں نے شرکت کی۔ تقریب کا مقصد مدرسہ ھذا میں زیر تعلیم بچوں کے اندر خود اعتمادی پیدا کرنا، مدرسہ کی کارکردگی کا جائزہ لینا اور جوانان تصوف میں شعور و آگاہی پیدا کرنا تھا۔ تقریب کے مہمان خصوصی محمد حسین حاتی جبکہ صدارت بانی و مہتمم اعلیٰ مدرسہ یوچنگ مولانا محمد رضا

ضیا نے کی۔تقریب میں بچوں میں نعتیہ اور تقریری مقابلے ہوئے۔طالبات نے منقبت پیش کی۔مولانا احمد حسین نے اپنی تقریر میں کہا کہ آج ہمیں مروجہ تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کی اشد ضرورت ہے۔مہمان خصوصی محمد حسین حالی نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہمیں اپنے تشخص کو قائم و دائم رکھنے کے لیے مدرسوں اور مکتبوں کو فعال بنانے کی اشد ضرورت ہے۔مولانا محمد رضا ضیاء نے صدارتی خطبہ میں کہا کہ آج یہ مدرسہ جو تین سال قبل صرف نوربخشی قاعدہ پڑھانے والا ایک مکتب ہوا کرتا تھا، مجھے خوشی ہے کہ آج یہاں ترجمہ قرآن، دعوات صوفیہ، الفقہ الاحوط اور اصول اعتقادیہ بطور نصاب پڑھائے جا رہے ہیں۔مقابلے میں پوزیشن لینے والے طلبا وطلبات میں انعامات تقسیم کی گئیں۔سٹیج سیکرٹری غلام نبی نے معزز مہمانوں کی آمد اور لوگوں کے تعاون اور حوصلہ افزائی کا شکریہ ادا کیا۔ رپورٹر: غلام نبی سرور

❁ ☆ ✹ ☆ ❁

شگر میں عید میلادالنبیؐ کی تقریب

شگر سلدی میں ایک عید میلادالنبیؐ کی مناسبت سے ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔مولانا محمد امین نے سیرت محمد مصطفیٰؐ پر تفصیلی روشنی ڈالی۔معروف مقرر حافظ ذاکر علی ثاقب نے "محمدؐ کی تخلیق کب اور کیوں" کو موضوع سخن بنا کر سامعین کو مدلل انداز میں حاضرین کو محظوظ کیا۔انہوں نے کہا کہ محمدؐ کی زندگی ہمارے لیے روشن دلیل ہے۔لہذا ہمیں انؐ کے مبارک نقشِ قدم پر چلنے کی خاص ضرورت ہے۔جلسہ سے عابد حسین نوری اور شاکر شگری نے نعت اور قصیدہ پیش کیا۔جلسہ میں دیگر مقررین نے بھی خطاب کیا۔ رپورٹر: عابد نوری

❁ ☆ ✹ ☆ ❁

شگر میں عظیم الشان روحانی جلسہ

مسجد صوفیہ نوربخشیہ فونگ بانگمہ شگر میں تین روزہ اعتکاف کے اختتام پر نوجوانان و بزرگان فونگ بانگمہ کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔جس میں معروف عالم دین علامہ غلام رسول، مولانا محسن حشوپی، حافظ حسین، حافظ صادق، مولانا محمد امین اور مولانا کاچو فدا حسین نے خصوصی شرکت کی۔علامہ غلام رسول نے اپنے خطاب میں کہا کہ اس پرفتن اور مادہ پرست دور میں اعتکاف جیسی عبادت کا انعقاد قابل تعریف ہے۔مولانا محسن حشوپی نے کہا کہ ہمارے مسلک کی پہچان اور ترقی کا راز اعتکاف ہے۔مہمان خصوصی مولانا محمد امین نے کہا کہ انسان کو دنیا میں صرف اور صرف عبادات بجالانے کے لیے بھیجا گیا ہے۔صدر محفل مولانا کاچو فدا حسین نے محفل اعتکاف منعقد کرانے کی ضرورت پر زور دیا۔ رپورٹر: عابد نوری چھلو

❁ ☆ ✹ ☆ ❁

مسجد شاہِ مردان سکردو میں جلسۂ فاطمۃ الزہراؑ

مسجد شاہ مردان سکردو حیدرآباد میں خواتین کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسۂ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا منعقد ہوا۔جلسہ کی کرسی صدارت پر مولانا محمد اقبال جبکہ مہمان خصوصی مولانا سیف اللہ جلوہ افروز تھے۔جلسے کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔سعادت عارفہ بتول نے حاصل کی۔عابد حسین نوری نے نعت رسول مقبولؐ پیش کی۔نرگس پروین، عارفہ نجمہ بتول، رابعہ، زکیہ، ناظرہ، شاہ جہاں اور دیگر نے حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی شان میں خوب صورت انداز میں قصیدے پیش کیے۔ناظرہ بتول نے پردہ کی اہمیت پر تقریر کرتے ہوئے تمام ملت اسلامیہ کی خواتین کو حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا اتباع کرتے ہوئے پردے کی پاسداری پر زور دیا۔طالبہ ثمینہ گل اور طاہرہ حیدر نے سیرت زہراؑ پر روشنی ڈالی۔مہمان خصوصی مولانا سیف اللہ نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہم ملت نوربخشیہ کو صرف حضرت فاطمہؑ کی محب ہونے کا دعویٰ کرنے کی بجائے ان کی سیرت پر چلنے کی ضرورت ہے۔صدر محفل مولانا محمد اقبال کی پُر اثر تقریر اور دعائیہ کلمات کے ساتھ جلسے کا اختتام ہوا۔ رپورٹر: لینہ اور فرینہ

❁ ☆ ✹ ☆ ❁

مدرسہ شاہ ہمدان کراچی میں جشن عید میلادالنبیؐ

مدرسہ شاہ ہمدان صوفیہ نوربخشیہ عوامی کالونی کراچی میں جشن عید میلادالنبیؐ کے سلسلے میں ایک تقریب کا انعقاد ہوا۔جس میں مدرسے

کے طلبہ و طالبات نے بھرپور حصہ لیا۔تلاوت کلام پاک میں جمیلہ، مہناز، مبشر، نعت رسول مقبولؐ میں نسرین، زاہدہ، حسن، اور ادعصریہ میں مظاہر، مبارک، شبانہ، جبکہ تقریر میں رضوان، اشرف اور یوسف نے بالترتیب پہلی، دوسری اور تیسری پوزیشن حاصل کی۔تمام پوزیشن ہولڈرز کو مولانا سلیمان، عبدالرحیم جنرل سیکریٹری، عبدالحلیم، ابوعلی اور اختر کے ہاتھوں انعامات تقسیم کیے۔آخر میں خطیب و امام جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ عوامی کالونی مولانا غلام محمد حقانیؔ کے دعائیہ کلمات کے ساتھ اس تقریب کا اختتام ہوا۔ رپورٹر: احسان اللہ اینڈ اظہر تبسم

مدرسہ سلطانیہ صوفیہ نوربخشیہ میں جلسہ عید غدیر

عید غدیر کے موقع پر مدرسہ سلطانیہ صوفیہ نوربخشیہ بانپی میں ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد ہوا۔جس میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ سٹیج سیکریٹری کے فرائض مدرسہ ہذا کی طالبہ آسیہ بانو نے سرانجام دیے۔طالبہ نائیلہ نے تلاوت کلام پاک سے جلسے کا آغاز کیا۔جمیلہ اور ہموا، عقیلہ، صفیہ، سلمٰی اور کبریٰ نے نعت رسول مقبولؐ پیش کی۔زاہدہ نے اپنی خطاب میں نماز کی شرائط تفصیلاً بیان کیں۔صدیقہ نے روزہ کی فضیلت پر روشنی ڈالی۔ثریا نے واقعہ غدیر اور بتول نے اپنی زرین خیالات سے حاضرین کو آگاہ کیا۔شازیہ، نجمہ، فاطمہ، فہمیدہ اور ناظرہ نے قصیدے پیش کیے۔آخر میں طاہرہ کے دعائیہ کلمات سے جلسے کا اختتام ہوا۔ رپورٹر: بتول بنت عبدالرحمن بانپی

NYF چھمن یونٹ کی تقریب حلف برداری

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن چھمن یونٹ کی تقریب حلف برداری خانقاہ معلیٰ صوفیہ نوربخشیہ چھمن میں ہوئی۔ تقریب میں کثیر تعداد میں نوربخشی نوجوانوں نے شرکت کی۔مقررین نے NYF کو مزید فعال اور موثر بنانے کے لیے عملی اقدامات اُٹھانے کی ضرورت پر زور دیا اور مفید مشورے دیئے۔نئی کابینہ کے ارکان کے نام یہ ہیں۔

محمد شاکر صدر، محمد ذیشان نائب صدر، عالم خان جنرل سیکرٹری، عارف حسین جوائنٹ سیکرٹری، اشرف حسین خزانچی، محمد سلیم سیکرٹری نشرواشاعت، سجاد حسین آفس سیکرٹری، محمد ریاض اور ناصر حسین رابطہ سیکرٹری۔ رپورٹر: NYF چھمن یونٹ

جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ گلگت میں جشن عید میلادالنبیؐ

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن گلگت یونٹ کے زیر اہتمام جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ گلگت میں جشن عید میلادالنبیؐ نہایت شایان شان طریقے سے منایا گیا۔سیکریٹری کے فرائض نجم الدین ثاقب نے سر انجام دیے۔مہمان خصوصی مولانا عبدالرحیم کرتیؔ اور صدارت مولانا شکور علی انور تھے۔تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔سعادت کمیل احمد نے حاصل کی۔اس کے بعد سہیل، ذاکر، ابرار الحق، فرمان علی نے نعت اور حمد پیش کی۔مقررین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسوۂ حسنہ اور زندگی کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالی۔انہوں نے NYF کے کارکنوں کو کامیاب تقریب کے انعقاد پر خراج تحسین پیش کیا۔آخر میں صدر محفل نے حمد اور نعت خوانوں کو نقد انعامات سے نوازا۔ رپورٹر: محمد حسنین حیدری شگری

انجمن تحفظ اہلیانِ یوچنگ کراچی یونٹ کی تقریب

انجمن تحفظ اہلیانِ یوچنگ کراچی یونٹ کا سالانہ بجٹ سال 2010ء پیش کیا گیا۔جس میں کراچی میں مقیم یوچنگ کے عوام نے بھرپور شرکت کی۔تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔سعادت ثناء اللہ نے حاصل کی۔سٹیج سیکریٹری کے فرائض مہدی خان نے سرانجام دیے۔فنانس سیکریٹری محمد اعظم خان نے انجمن کی کابینہ کی کارکردگی کو سراہا اور سال 2010ء کے کل آمدن اور اخراجات کا گوشوارہ عوام میں پیش کیا۔صدر مہدی جانی نے اپنے خطاب میں انجمن کی مزید ترقی اور عوام کے تعاون پر شکریہ ادا کیا اور کابینہ کو مزید فعال بنانے کی ضرورت پر زور دیا۔آخر میں بوحسن کے دعائیہ کلمات کے ساتھ تقریب کا اختتام ہوا۔ رپورٹر: سخاوت حسین

چھوار گرلز اور بوائز سکول میں اساتذہ کی شدید قلت

چھوار سٹوڈنٹس آرگنائزیشن چھوربٹ نے چھوار گرلز اور بوائز سکول کے لیے بھرتی ہونے والے اساتذہ کی دوسرے علاقوں میں تعیناتی پر شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے ڈائریکٹر ایجوکیشن بلتستان سے مطالبہ کیا ہے کہ ان اساتذہ کو فوری طور پر چھوار ہائی سکول واپس تعینات کیا جائے۔ چھوار گرلز اور بوائز سکولوں میں اساتذہ کی شدید قلت ہے جس کے باعث طالب علم دس کلومیٹر پیدل سفر کر کے دیگر سکولوں میں پڑھنے پر مجبور ہیں۔ چھوار سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے صدر اور جنرل سیکریٹری نے وزیر تعلیم گلگت بلتستان اور ڈائریکٹر ایجوکیشن سے مطالبہ کیا ہے کہ چھوار کے سکولوں میں اساتذہ کی کمی کو فوراً پورا کیا جائے۔

رپورٹر: صدر

❀ ☆ ✿ ☆ ❀

SSO راولپنڈی اسلام آباد یونٹ کی تنظیم نو

چھوار سٹوڈنٹس آرگنائزیشن راولپنڈی اسلام آباد یونٹ کی تنظیم نو کے لیے چھوار ہاؤس راولپنڈی میں ایک تقریب ہوئی۔ جس میں تمام طلبا اور معززین نے شرکت کی۔ تقریب سے بابو غلام حیدر اور حسن نے خطاب کیا۔ نئے منتخب عہدیداروں کے نام یہ ہیں۔ غلام عباس چیئرمین، انجینئر افتخار علی صدر، غلام عباس نائب صدر، عباس عزیز جنرل سیکرٹری، انور علی فنانس سیکرٹری، ثناء اللہ سیکرٹری نشرواشاعت اور غلام حیدر رابطہ سیکرٹری۔

رپورٹر: انجینئر افتخار علی، صدر

❀ ☆ ✿ ☆ ❀

بزم طلباء مدرسہ شاہ ہمدان سکردو

گزشتہ دنوں مدرسہ شاہ ہمدان سکردو میں طلباء کی ایک اہم میٹنگ منعقد ہوئی۔ مولانا موسیٰ کلیم صاحب نے نئے عہدیداروں سے حلف لیا۔ نئے عہدیداروں کے نام درج ذیل ہیں۔ طاہر علی تھلوی صدر، غلام نبی شاہین سکساوی نائب صدر، سید ریاض حسین بلغاری جنرل سیکرٹری، عابد حسین خپلوی پریس سیکرٹری، محمد حسین تھلوی فنانس سیکرٹری، ذوالفقار علی تلسوی ناظم درس و تدریس، غلام مہدی تھلوی ناظم نظامت، ابراہیم سراج براہوی ناظم اجلاس۔

رپورٹر: عابد حسین نوری

❀ ☆ ✿ ☆ ❀

محفل میلاد مصطفیٰ ﷺ

گزشتہ دنوں شاہ سید سٹوڈنٹ ہاؤس راولپنڈی میں NYF کے زیر اہتمام تیسری عظیم الشان محفل میلاد ذکر مصطفیٰ منعقد ہوئی۔ محفل کی صدارت ڈاکٹر غازی محمد نعیم جبکہ عظیم محقق، دانشور، سکالر ڈاکٹر حسین احمد مہمان خصوصی تھے۔ تلاوت کلام پاک سے محفل کا آغاز ہوا جس کے بعد بلبل چمنستان تصوف کے درجنوں نامور نعت خوانوں نے بحضور سرور کونین گلہائے عقیدت پیش کیے۔ ڈاکٹر حسین احمد نے اپنے PhD مقالہ حضرت شاہ ہمدانؒ کی زندگی پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ انہوں نے اسی مقالہ پر PhD کی ڈگری حاصل کی ہے۔ اپنے خطاب میں انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ تحقیقات سے اب عالم اسلام پر یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ موجودہ تنگ نظری اور انتہا پسندی کی بڑھتی ہوئی لہر کا واحد علاج امیر کبیر اور شاہ سید محمد نوربخشؒ کی تعلیمات میں پوشیدہ ہے۔ آخر میں ڈاکٹر غازی محمد نعیم نے ڈاکٹر حسین احمد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کی کاوشوں کو سراہا۔ اور کہا کہ تاریخ ان کی اس عظیم کاوشوں کو کبھی فراموش نہیں کرے گی۔ مولانا سیف اللہ کی پرتاثیر دعا کے ساتھ محفل اختتام کو پہنچی۔

رپورٹر: عبدالرحمٰن سریکی

❀ ☆ ✿ ☆ ❀

شہید طالب علم لیاقت علی سپرد خاک کر دیا گیا

شاہ سید سٹوڈینٹ ہاسٹل راولپنڈی کے ہونہار طالب علم اور NYF کے سینئر کارکن لیاقت علی گزشتہ دنوں ہولی فیملی ہسپتال راولپنڈی میں زندگی کی بازی ہار گئے۔ وہ پنڈورہ میں دو گروہوں کی لڑائی کے دوران گولی لگنے سے شدید زخمی ہوئے تھے اور پچھلے چار مہینے سے ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ مرحوم کی شہادت کے اگلے روز شاہ سید ہاسٹل میں مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے دن بھر قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا۔ شہید کا تعلق گاؤں غازی تھنگ آبادان سے تھا۔ اور اسلام آباد حصول علم کی غرض سے آئے تھے۔

رپورٹر: محمد خان شگری

تعمیر وتوسیع مرکزی خانقاہ معلیٰ نوربخشیہ خپلو

مرکزی خانقاہ معلیٰ نوربخشیہ خپلو کی تعمیر وتوسیع کے سلسلے میں ستونوں (ھنبوس) کھڑا کرنے اور اس پر پچلی چڑھانے کا مرحلہ گزشتہ دنوں مکمل ہوا۔ بعد ازاں ان بارہ ستونوں کے اوپر پچلیاں رکھ کر جوڑنے کا مرحلہ بھی احسن طریقے سے مکمل ہوا۔ لکڑی کا یہ کام معروف ترکھان صوفی علی حسین فرانوی کی زیرنگرانی ہوا ہے۔ نہایت باریک بینی سے نقش ونگار سے مزین کر کے نہایت خوب صورت فن پاروں اور کشیدہ کاری کے ذریعے گلدستہ کی طرح سجایا گیا ہے۔ اس موقع پر صاحب استطاعت حضرات نے اپنی اپنی نیک خواہشات کے لیے دل کھول کر عطیات دیے۔ اس موقع پر قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں کثیر تعداد میں علماء کرام، ضلعی انتظامیہ کے افسران، نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کے ممبران، عوامی نمائندے، عمائدین وسرکردگان خپلو، تعمیراتی کمیٹی کے ممبران، نوجوانان، گانچھے کی اہم سماجی شخصیات نے شرکت کی اور خصوصی لنگر کا بھی بندوبست کیا گیا۔ تقریب کی مہمان خصوصی جناب مفتی اعظم محمد عبداللہ جبکہ میزبانی کا شرف جناب حاجی محمد اقبال نے حاصل کیا۔ اس پر وقار تقریب میں خوش قسمت اور خوش نصیب لوگ جن کو ستون (ھنبوس) اور اس پر پچلی چڑھانا نصیب ہوا ہے اور ان کے اعلان کردہ عطیات درج ذیل ہیں۔

ستونوں کو نصب کرنے والے خوش نصیب لوگ اور ان کے عطیات:

حاجی محمد اقبال، حاجی منشی داؤد، حاجی موسیٰ خان، حاجی محمد سلیم نے پانچ ہزار، حاجی محمد جعفر ہیڈ ماسٹر خپلو نے تیس ہزار، پی ایم غلام رسول نے تیس ہزار، حاجی موسیٰ خان نے ایک ماہ کی تنخواہ، حاجی محمد اسماعیل وزیر بلدیات نے اپنی طرف سے پچاس ہزار جبکہ محکمہ کی طرف سے دو لاکھ کا اعلان کیا، حاجی عبد الصمد نے بیس ہزار، ڈاکٹر محمد اسماعیل زیج نے چالیس ہزار، محمد اسحاق شہبازی نے بیس ہزار، محسن علی صدر NYF خپلو اور دیگر رفقاء نے مشترکہ طور پر ایک لاکھ، حاجی محمد اسحاق نے ایک لاکھ، حاجی شکور علی اینڈ سنز اور بابو محمد علی، مولوی علی محمد، اخوند محمد تقی، عبد الرحیم، شبیر حسین، محمد یحییٰ، آغا عبد اللہ، گلزار حسین، بابو عبدالجبار، یعقوب نے مشترکہ طور پر ایک لاکھ روپے کا اعلان کیا۔

ستونوں پر پچلی نصب کرنے والے خوش نصیب لوگ اور ان کے عطیات:

جناب سید ہادی ڈپٹی کمشنر گنگ چھے نے تیس ہزار کا اعلان کیا اور ڈسٹرکٹ کونسل گرانٹ سے مبلغ ایک لاکھ روپے کا اعلان کیا۔ جناب مفتی محمد عبداللہ نے پچاس ہزار روپے، حاجی محمد ابراہیم ومحمد انور نے بیس ہزار، انسپکٹر ابراہیم جوہر نے چالیس ہزار روپے، عارف حسین کھانسر نے ستر ہزار روپے، محمد اقبال اسسٹنٹ کمشنر نے دس ہزار روپے، فرمان علی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نے دس ہزار، سخاوت علی نے 72 ہزار روپے، ماسٹر غلام رسول اور قاچو عبدالستار نے مشترکہ طور پر تیس ہزار، سید حمایت علی نے چالیس ہزار روپے، حاجی محمد اقبال نے اپنے والد مرحوم کے نام دس ہزار جبکہ اپنے خاندان کے نام چالیس ہزار روپے، حوالدار عبدالکریم اینڈ سنز نے مشترکہ طور پر اکتیس ہزار روپے، سید ذاکر حسین سکسا نے تیس ہزار، محمد اقبال ڈپٹی ڈائریکٹر زراعت نے تیس ہزار، آخوند محمد حسن ہنڈلی نے بارہ ہزار، بابو شکور اینڈ کمپنی نے دس ہزار، محمد اقبال کرامنگ نے دس ہزار، صوفی علی حسین اینڈ کمپنی نے مشترکہ طور پر بائیس ہزار، اختر حسین گریونگ نے پندرہ ہزار، خادم حسین سیکشن آفیسر نے ایک ماہ کی تنخواہ، ڈاکٹر محمد اسماعیل اینڈ غلام نبی نے دس ہزار، محمد اسحاق T.O غریس نے دس ہزار، اس کے علاوہ اور بہت سے بزرگ اور نوجوانوں کو بھی نصیب ہوئی جنہوں نے مشترکہ طور پر ایک لاکھ پانچ ہزار روپے کا اعلان کیا۔ اس کے علاوہ مختلف مخیّر حضرات اور نامعلوم لوگوں کی طرف سے چار لاکھ روپے جمع ہوئے ہیں۔ حاجی ابراہیم سرپرست اعلیٰ تعمیراتی کمیٹی نے تمام مخیّر حضرات اور اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والوں کا شکریہ ادا کیا۔ محفل کے اختتام پر تمام خوش نصیبوں اور کار خیر میں حصہ لینے والوں کے لیے خصوصی دعا کی گئی اور مرحومین کی مغفرت کے لیے فاتحہ خوانی کی۔

رپورٹر: شمیم رضا بگتی، بیورو چیف گنگ چھے

مدرسۃ المظہر الاسلام صوفیہ نوربخشیہ حسن آباد

گزشتہ دنوں مدرسۃ المظہر الاسلام صوفیہ نوربخشیہ حسن آباد میں سالانہ نتائج ایک پر وقار محفل میں سنائے گئے۔ جس میں علاقے کے تمام معزز شخصیات نے شرکت کی۔ حوالدار حسین مہمان خصوصی جبکہ پرنسپل مدرسہ ہذا اخوند عبد الصمد صدارت کر رہے تھے۔ محفل میں بچوں نے تلاوت، نعت، تقریر اور مختلف دعائیں سنائیں۔ مختلف درجات میں پوزیشن لینے والے بچوں کے نام ذیل ہیں۔ درجہ اول میں صوفیہ، ذاکر علی، درجہ دوم میں یوسف، مریم، فاطمہ، درجہ سوم میں رقیہ بانو، یعقوب، یاسمین، درجہ چہارم میں طیبہ، نجم، اعجاز حسین جبکہ درجہ پنجم میں خدیجہ بنت حسن اور خدیجہ بنت روزی نے بالترتیب پہلی دوسری اور تیسری پوزیشن حاصل کی۔ رزلٹ کا اعلان کرتے ہوئے سر عبداللہ نے بچوں میں انعامات بھی تقسیم کیے۔ رپورٹر: محمد عبداللہ خان

❁ ☆ ✿ ☆ ❁

اہل تصوف کے طالب علموں کے ماسٹر لیول میں داخلے

آزاد جموں اینڈ کشمیر یونیورسٹی مظفر آباد میں امسال اہل تصوف سے تعلق رکھنے والے تین طالب علموں نے داخلہ لیا۔ امان اللہ بلغاری، محمد افضل بلغاری اور جاوید اختر بلغاری نے بالترتیب ریاضی، کیمسٹری اور شماریات میں داخلہ لیا۔ انہیں گلگت بلتستان نومینیشن بورڈ کی طرف سے مختص سیٹوں پر نامزدگی ہوئی۔ اس کے علاوہ دیگر کلاسوں میں بھی اہل تصوف کے طالب علم زیر تعلیم ہیں۔

رپورٹر: امان اللہ بلغاری

❁ ☆ ✿ ☆ ❁

تعزیتی اجلاس

گزشتہ دنوں الحرمین ہاسٹل گلشن اقبال کراچی میں سر غلام عباس کوروی کے زیر صدارت ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں کورو کے دو مجاہد عبدالرحیم علی اور غلام نبی کے اچانک انتقال پر رنج و غم اور افسوس کا اظہار کیا گیا۔ مرحومین کے ایصال ثواب کے لیے فاتحہ خوانی کی گئی۔ رپورٹر: گلزار احمد کوروی

❁ ☆ ✿ ☆ ❁

NYF شگر ڈویژن کا تعزیتی اجلاس

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن سب ڈویژن شگر یونٹ کا ایک تعزیتی اجلاس محمد اسلم نوری کی زیر صدارت ہوا۔ اجلاس میں NYF کے سرگرم کارکن مصطفیٰ کمال گلاب پوری کی اچانک وفات پر گہرے دُکھ اور افسوس کا اظہار کیا گیا۔ مرحوم مدرسہ شاہ ہمدان سکردو کا فارغ طالب علم تھا۔ اجلاس میں مرحوم کی ایصال ثواب کے لیے فاتحہ خوانی اور لواحقین سے اظہار ہمدردی کیا گیا۔ رپورٹر: اکبر جاوید ابدالی شگری

تعزیتی اجلاس

گزشتہ دنوں انجمن تحفظ اھلیانِ یوچنگ اور یوچنگ ملت سٹوڈینٹ فیڈریشن کراچی یونٹ کی جانب سے ایک تعزیتی اجلاس ہوا۔ جس میں نمبردار محمد ابراہیم کی والدہ ماجدہ کی وفات پر اظہار تعزیت کیا گیا۔ انجمن کی طرف سے مرحومہ کے لیے مغفرت کی دعا مانگی گئی جبکہ لواحقین سے اظہار ہمدردی کیا گیا۔ رپورٹر: سخاوت حسین تبسم

❁ ☆ ✿ ☆ ❁

AFBSN علی پور کی طرف سے اظہار تعزیت

انجمن فلاح و بہبود صوفیہ نوربخشیہ علی پور اسلام کا ایک تعزیتی اجلاس علی پور میں ہوا۔ اجلاس میں حاجی آخوند محمد دین اور مولانا قاری محمد ابراہیم کے بھائی، ممتاز عالم دین مولانا حاجی محمد محسن علی، حافظ ذاکر علی ثاقب، صوفی عبدالرحمٰن اور موسیٰ علی کے چچا، انجمن ھذا کے مخلص ممبر غلام حسین ذالیپہ کے بہنوی آخوند عبدالحکیم سرموی، انجمن کے مشاورتی کونسل کے سابق ممبر ذاکر حسین چھوربٹی کے والد ماجد، مولانا محمد انور تھلوی کے والدہ ماجدہ اور شاہ سید سٹوڈینٹ ہاسٹل راولپنڈی کے طالب علم شہید لیاقت علی کی وفات پر اجتماعی فاتحہ خوانی کی گئی اور لواحقین سے اظہار تعزیت کیا گیا۔ رپورٹر: محمد نواز چپی

❁ ☆ ✿ ☆ ❁

نامۂ سالک

قارئین کے خطوط

غلام محمد شاہینؔ

❁ رسالہ کا مستقل قاری ہوں۔ اب بھی مختلف ذرائع سے رسالہ پڑھتا رہتا ہوں اور ہر قسم کی جانی مالی قربانی دیتا رہا ہوں۔ اور آئندہ بھی کرتا رہوں گا۔ یہ رسالہ مسلک صوفیہ نوربخشیہ کی تبلیغ وترویج کا واحد ذریعہ ہے۔ (حبیب اللہ ہرگوئی مقیم کویت)

❁ مبلغ دس ہزار منی آرڈر بھیجا تھا ملا ہوگا۔ مزید دس ہزار جلدی بھیجیں گے۔ مضمون تعمیر وتوسیع خانقاہ معلی چھلو کے سلسلے میں بھیجا ہے رسالے میں جگہ دے کر شکریہ کا موقع بخشیں۔ چند لوگوں کی طرف سے مستقل خریداری کے لیے ایڈریس بھی ملاحظہ ہے۔

(شمیم رضا بگتی بیورو چیف گنگ چھے)

❁ مذہبہ حقہ کے اشاعتی امور کے لیے واحد رسالہ جسے ہم آج تک مکمل ماہنامہ بنانے میں ناکام ہیں۔ انتظار کی گھڑیاں قاتلانہ حد تک گزارنی پڑتی ہیں۔ احباب شرکاء کار اور ہمگاران ادارہ پھر بھی تحسین وتمجید کے حق دار ہیں۔ دو مضمون ارسال خدمت ہیں شائع فرمائیں۔ (شکور علی انور)

❁ تمام ملت صوفیہ نوربخشیہ سے تعلق رکھنے والوں کو نوائے صوفیہ کی وساطت سے سلام پیش کرتا ہوں۔ ایک مضمون بمع تصویر اور چار روحانی خبریں پیش خدمت ہیں شائع فرمائیں تاکہ مومنین کے دلوں کو فرحت اور کافروں کے دلوں کو عبرت کا سامان ہوجائے۔

(ثناء اللہ براہوی، لاہور)

❁ بسلسلہ جشن عید میلادالنبیؐ مدرسہ شاہ ہمدان صوفیہ نوربخشیہ عوامی کالونی کراچی میں تقریب کی خبر ارسال خدمت ہے۔ اس خبر کو نوائے صوفیہ میں شائع کرا کے مدرسہ ھذا کے طلبہ وطالبات کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔ (احسان اللہ براوی، اظہر تبسم یوچنگ)

❁ رسالے کی تاخیر بہت مشکل امر ہے جلد شائع فرما کر روح کو تسکین پہنچائیں۔ ساتھ ایک مضمون نذر عقیدت کر رہا ہوں شائع فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔ شکریہ (غلام حسین عاشق سرموی)

❁ رسالے کے تمام مضامین معیاری اور معلومات خیز ہیں پڑھ کر بہت خوشی ہوتی ہے۔ دعا ہے اس رسالے کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین (امان اللہ بلغاری)

❁ میں ایک پرانا قاری ہوں۔ ایک مضمون ارسال کیا ہے شائع فرمائیں۔ (قیصر محمود صدیقی)

❁ میں رسالے کا پرانا قاری ہوں۔ اور رسالہ بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔ (عبدالرحمٰن ڈغونی)

❁ رسالے کی وساطت سے بہت سے فقہی مسائل جان چکا ہوں۔ گزارش ہے کہ اپنی قلمی امداد کو یقینی بنائیں۔ میرے طرف سے 100 جبکہ میری بہن زاہدہ بتول کی طرف سے 50 روپے رسالہ کے لیے عطیہ ارسال ہے۔ شکریہ۔ (بشارت علی حسنی ڈغونی)

❁ رسالہ بہت ہی شوق سے پڑھتا ہوں۔ تمام مضامین معیاری اور دلچسپ ہیں۔ تمام اراکین کی عمر درازی کے لیے دعا گو ہوں۔

(اکبر علی ڈغونی)

❁ گلستان تصوف کا پرانا قاری ہوں۔ رسالے کی اشاعت میں تاخیر سے بے چین رہتا ہوں۔ ناچیز کی مضمون کو جگہ دینے پر مشکور ہوں۔ ایک اور مضمون ارسال ہے دوبارہ شکریہ کا موقع بخشیں۔ شکریہ

(عاشق حسین سحر کھرکوی)

❁ رسالہ مادہ پرست دور میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کے لیے ایک مینارۂ نور کا کام دے رہا ہے۔ تمام لوگوں سے اپیل ہے کہ اس رسالے کی اشاعت میں تعاون کریں۔ میرے طرف سے 100 روپے عطیہ ارسال خدمت ہے۔ (مولانا غلام نبی شاہین سکساوی)

جواب: آپ کا عطیہ اس رسالے کے لیے موصول ہوگیا ہے۔ اللہ آپ کو مزید خدمت کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین! (ادارہ)

میر سید محمد نوربخشؒ

مولانا شکور علی انورؔ

کس قدر اعلیٰ و ارفع، کتنا اونچا ہے مقام
آسمانِ معرفت کا ہے وہی ماہِ تمام

کس قدر شیریں ہے قول اور کس قدر روشن عمل
جاں فزا ہے اہلِ عالم کے لیے ان کا پیام

دین و ملت میں سرایت کر گئی تھیں بدعتیں
بدعتوں کا خاتمہ فرما رہے تھے گام گام

کون ہمسر ہے طریقت، معرفت میں آپ کا
ہیں شناور قلزمِ حق کے شہِ والا مقام

دین و ملت میں تھا ہر سو افتراق و انتشار
اتحادِ مسلمیں کا بن کے وہ آئے امام

ان کا چہرہ عشق کے عالم کی خاطر جامِ جم
رہنمائے کاروانِ امت خیر الانام

عشق والوں کی جبینِ ناز کا دلکش نشاں
صوفیانِ خوش ادا کا مرشدِ اعلیٰ مقام

دُرِّ دریائے حقیقت، حاملِ رازِ خدا
وہ مجدد، مجتہد، عارف، مفکر اور امام

جاں فزا ہے کس قدر تیرا لقب، اے نوربخش!
آپ کی ہر ہر صد درود و صد سلام